إِنَّا أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ

الحمد للہ کہ

مقدمہ تفسیر معروف

آیات متشابہات

جس میں

اصول تفسیر۔ آیات صفات اور آیات متشابہات کی تحقیق

درج ہے

مصنفہ

مولینا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری

(مولوی فاضل و مصنف تفسیر ثنائی وغیرہ)

سنہ ۱۹۰۴ء

مطبع اہلحدیث امرتسر میں ماہ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ طبع ہوا

179 D

AsliAhleSunnet.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

آیات متشابہات

پہلے مجھے دیکھئے

اس رسالہ کے لکھنے سے میری غرض ایک تو یہ ہے کہ یہ رسالہ میری دونوں تفسیروں (تفسیر ثنائی اردو اور تفسیر القرآن بکلام الرحمن عربی) کے لئے بطور مقدمہ کے ہو۔ دویم زمانہ حال میں جو نکہ تصنیف و تالیف کا عام چرچہ ہے خصوصاً قرآن مجید کے متعلق ہر ایک شخص اپنا مذاق الگ رکھتا ہے جسمیں نہ تو اسکو تفسیر بالرائے سے پرہیز ہے نہ خبر نہ غلط سے اجتناب ہے نہ صحیح کا التزام۔ اسلئے کوئی تو امور منصوصہ سے انکاری ہے کوئی اسکے خلاف زوائد باتونکو قرآن مجید کے سر تھوپتا ہے اسلئے خاکسار اپنی سمجھ اور ناقص علم کے مطابق اس رسالہ میں قرآن کی تفسیر کے اصول جو علمائے راسخین کے کلام سے سمجھا ہے عرض کرتا ہے اور ضمناً آیات متشابہات اور آیات صفات کی تحقیق بھی ملیگی انشاء اللہ تعالیٰ (خاکسار مصنف)

6434 A

AsliAhleSunnet.com

فصل اوّل

قرآن مجید کے سمجھنے کا طریق کیا ہے؟

اِس سوال کا جواب قرآن شریف نے جو دیا ہے اُس سے بہتر کوئی نہیں دے سکتا۔ کیونکہ "تصنیف را مصنف نیکو کند بیان" عام قاعدہ ہے۔ قرآن شریف نے اس سوال کا جواب نہایت ہی واضح اور شستہ الفاظ میں دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ "ہم (خدا) نے قرآن شریف کو عربی زبان میں نازل کیا ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (یوسف ع ۱)

تاکہ تم (عرب کے رہنے والے) اسکو سمجھو" عرب کے لوگوں کے سمجھنے کی علت اور سبب عربی زبان میں قرآن کا ہونا بتلایا ہے۔

ایک مقام پر اس مضمون کو ابطال نقیض سے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ (حم سجدہ ع ۵)

ہے کہ اگر ہم قرآن کو عجمی (عرب کے سوا کسی اور) زبان میں نازل کرتے تو عرب کے لوگ کہتے کہ اس کے احکام مفصل اور واضح کیوں نہیں کئے گئے۔ بھلا یہ کیا بات ہے کہ کلام عجمی اور مخاطب عربی؟"

اِس آیت میں بھی اِس سوال کا جواب ملتا ہے کہ قرآن شریف کے سمجھنے کا کیا طریق ہے۔ یعنی عربی زبان کے محاورات کا جاننا ہے۔

ایک مقام پر کفار کے اتہام اور بیہودہ خیال کا جواب دیا ہے مگر ایسے طریق

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ (نحل ع ۱۴)

سے کہ سوال مندرجہ عنوان کا جواب بھی ملتا ہے ارشاد ہے کہ "ہم (خدا) جانتے ہیں کہ کافر کہتے ہیں اس نبی کو ایک رومی آدمی (غلام) قرآن تعلیم کرتا ہے جسکی طرف یہ اتہام نسبت کرتے ہیں اسکی زبان عجمی

"اور یہ قرآن تو فصیح اور بلیغ عربی میں ہے"

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ - بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ - (شعراء ع ۱۱)

ایک مقام پر فرمایا کہ قرآن مجید خدائے رب العالمین کا اتارا ہوا ہے جسکو روح الامین (جبریل فرشتہ) نے تیرے دل پر اتارا ہے تاکہ تو لوگوں کو صاف اور فصیح عربی میں خدا کے عذاب سے ڈرا دے"

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا (رعد ع ۵)

ایک مقام پر ارشاد ہے کہ ہم نے قرآن مجید عربی زبان میں حکم بھیجا"

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا (طہٰ ع ۶)

ایک جگہ بتلایا کہ ہمنے اسکو عربی میں نازل کیا اور اس میں ہر طرح کے (نیک و بد کاموں کی جزا و سزا کے) وعدے اور وعید بتلائے تاکہ یہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں یا انکو کچھ نصیحت ہو"

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (الزمر ع ۳)

"ہمنے اس قرآن میں ہر ایک قسم کی مثالیں بتلائی ہیں تاکہ نصیحت پاویں یہ قرآن عربی فصیح اللسان ہے جس میں کسی طرح کی کجی نہیں"

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا (شوریٰ ع ۱)

اسی طرح ہمنے قرآن عربی اتارا ہے تاکہ تو اے رسول مکہ والوں اور اس کے اردگرد والوں کو خدا کی بے فرمانی سے ڈرا دے"

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ (احقاف ع ۲)

اور اس قرآن مجید سے پہلے حضرت موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت تھی اور یہ کتاب (قرآن) عربی زبان میں ہے تاکہ ظالموں کو ڈراوے اور نیک آدمیوں کے لئے خوشخبری ہے"

ان آیات میں اس سوال کا جواب بخوبی ملتا ہے کہ قرآن شریف کے سمجھنے کا کیا طریق ہے جسکا جواب صاف یہی ہے کہ عربی زبان کے محاورات کا معلوم کرنا قرآن شریف

AsliAhleSunnet.com

واحد طریق ہے یہی وجہ ہے کہ جنوں نے جب قرآن شریف کے سمجھنے کا کو سرور کائنات سے نماز کے اندر پڑھتے سنا جسکا ذکر قرآن شریف میں متعدد جگہ

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا یَّهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا (جن - ع ۱)

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰی قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ - (احقاف ع ۴)

آتا ہے، تو بغیر تشریح اور توضیح کے قرآن شریف کے مطالب کو سمجھ گئے ایسے کہ اپنی قوم میں جاکر اُسکی تبلیغ بھی کردی جس کے مضمون میں کسی طرح سے اُنکو غلطی نہوئی - جبکی خداوند تعالیٰ نے بھی تصدیق فرمائی" اب سوال یہ ہے کہ کس طرح وہ کلام اللہ قرآن شریف کو سنتے ہی ایسے سمجھ گئے کہ بغیر کسی کے بتلانے کے ایسے ماہر ہوگئے کہ دوسروں پر اپنا اثر ڈالا تو اس کا جواب غالباً (غالباً کیا یقیناً) یہی ہے کہ بوجہ عربی دانی کے انہوں نے قرآن شریف کو محض سنتے ہی سمجھ لیا - ایک مقام پر خدا نے حضرات انبیا علیہم السلام اور

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمْ (ابراھیم ع ۱)

امتوں کے فہم و تفہیم کا اصول خود ہی بتلایا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ ہمنے جو رسول بھیجا ہے وہ امت اور اُسکی قوم کے محاورہ کے موافق کلام کرنے والا بھیجا ہے تاکہ اُنکو واضح کرکے مضمون بتلادے"

اس آیت نے بھی مطلب صاف تبلایا ہے کہ آسمانی کتاب جس زبان میں نازل ہو اُس زبان کے سمجھنے سے اُس کتاب کی سمجھ آتی ہے"

اِن آیات کے علاوہ اِس مدعا کی تائید مفسرین کا اجماع بھی کرتا ہے جو کہتے ہیں

اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (بقرہ ع ۳)

ای فی البلاغۃ والبلاغۃ وحسن النظم - (جلالین)

کہ آیت تحدی میں (جس میں قرآن کی مثل طلب کی گئی ہے) مثل سے مراد فصاحت بلاغت اور حسن نظم میں ہے اور یہ ظاہر ہے کہ فصاحت و بلاغت کی تعریف میں داخل ہے کہ کوئی لفظ ایسا غیر مانوس اور خلاف نحو کے نہو - چنانچہ تلخیص اور اُسکی شرح مطول میں لکھا ہے -

AsliAhleSunnet.com

فالفصاحۃ فی المفرد خلوصہ من تنافر الحروف والغرابۃ ومخالفۃ القیاس والفصاحۃ فی الکلام خلوصہ من ضعف التالیف وتنافر الکلمات والتعقید مع فصاحتہا۔ تحقیق فالضعف ان یکون تالیف اجزاء الکلام علی خلاف القانون النحوی المشتہر فیما بین معظم اصحابہ۔ (مطول)۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے آیت یوم یکشف عن ساق کے معنی پوچھے تو اُنہوں نے کہا کہ جب تم نے قرآن شریف میں کوئی بات معلوم کرنی ہو تو عرب کے اشعار دیکھا کرو۔ کیونکہ وہ عرب کے دیوان ہیں۔ پھر اس مضمون پر ایک شعر پڑھا اور کہا کہ وہ دن سختی اور تکلیف کا ہے"

اذا خفی علیکم شئ من القرآن فابتغوہ فی الشعر فانہ دیوان العرب اما سمعتم قول الشاعر ؎

قد سن لنا قومك ضرب الاعناق — وقامت الحرب بنا علی ساق

ثم قال ھو یوم کرب وشدۃ۔ (تفسیر کبیر)۔

امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں کسی آدمی کو پاؤں جو عربی لغات سے ناواقف ہو اور قرآن مجید کی تفسیر کرتا ہو تو میں اسکی ایسی گت بناؤں کہ دوسروں کو نصیحت ہو"

روی البیہقی فی الشعب عن مالک قال لا اوتی برجل غیر عالم بلغۃ العرب یفسر کتاب اللہ الاجعلتہ نکالا (اتقان۔ ج ۲ نوع ۷۸)

مجاہد کہتے ہیں کہ کسی مسلمان کو جائز ہی نہیں کہ قرآن کی تفسیر بغیر عربی دانی کے کرے"

قال مجاھد لا یحل لاحد یومن باللہ والیوم الاخر ان یتکلم فی کتاب اللہ اذا لم یکن عالما بلغات العرب (حوالہ مذکور)

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اتقان میں مفسر کے آداب میں علم لغت، علم صرف، نحو اور علم معانی بیان کو داخل کرتے ہیں بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ مفسر کی شرائط کا متمم یہی ہے کہ علم نحو میں ایسا مہارت رکھتا ہو کہ ہر قسم کی ترکیب کو جانتا ہو۔

وتمام ھذہ الشرائط ان یکون ممتلئا من عدۃ الاعراب لا یلتبس علیہ اختلاف وجوہ الکلام (اتقان نوع ۷۸ منقول من ابی طالب)

AsliAhleSunnet.com

لیعلم ان القرآن قد نزل بلغة العرب سویا بغیر تفاوت وهم قد فهموا معنے منطوقه بقریحة جبلوا علیها کما قال والکتاب المبین وقال قرانا عربیا لعلکم تعقلون وقال احکمت آیاته ثم فصلت۔
(فوز الکبیر باب ۲)

ایسا ہی حضرت حجۃ الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فوز الکبیر میں فرماتے ہیں کہ اس بات کو خوب جان رکھو کہ قرآن عرب کی زبان میں نازل ہوا ہے اور عرب کے لوگوں نے اسکو معنے اپنی طبیعت سے سمجھے تھے جو انکی فطرت میں داخل تھی چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ قرآن واضح عربی میں ہے۔ اور فرمایا کہ قرآن عربی زبان میں اسلئے آیا ہے کہ تم اسکو سمجھو"

تقریر بالا سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن شریف کی صحیح تفسیر وہی ہے جو لغات عرب اور محاورہ عرب العربا کے مطابق ہو۔ پس اس تقریر سے اس حدیث کے معنے

من قال فی القرآن برأیه فلیتبوء مقعده من النار (ترمذی - ابواب التفسیر)

بھی واضح ہو جاتے ہیں جسمیں ارشاد ہے کہ جو کوئی اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرے وہ اپنا گھر جہنم میں بنالے"

اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ جو کوئی خلاف قاعدہ عربیہ اور خلاف محاورہ اہل زبان کسی آیت کی تفسیر کرتا ہے تو اسکی یہی سزا ہے کیونکہ خلاف محاورہ عرب جب وہ معنے اور تفسیر کرتا ہے تو ضرور غلطی کھائیگا۔ حقیقت کی مجاز اور مجاز کی موقع پر حقیقت مراد لیگا۔ یا لغت عرب کو اور زبان کا لفظ قرار دیکر معنے کریگا۔ پس ان دونوں صورتوں بلکہ عربیت کو چھوڑ کر جتنی صورتیں بھی ہونگی سب میں وہ کجرو اور خودغرض ہوگا جس سے ثابت ہوگا کہ وہ دیندار نہیں اگر دیندار ہوتا تو قرآن شریف کی تفسیر قرآن کی زبان (عربی) کی پابندی سے کرتا۔

امام سیوطی نے **اتقان** میں علوم متعلقہ تفسیر (لغت۔ صرف۔ نحو۔ معانی بیان۔ وغیرہ) شمار کرکے امام ابن ابی الدنیا کا قول نقل کیا ہے کہ یہ علوم ہیں۔ جو

فهذه العلوم التی هی کالآلة للمفسر لا یکون مفسرا الا بتحصیلها فمن

مفسر کے لئے مثل آلہ کے ہیں کوئی شخص انکی بغیر مفسر نہیں ہو سکتا۔ پس جو کوئی ان علوم

AsliAhleSunnet.com

فسر بدونہا کان مفسرا بالرای المنہی عنہ واذا فسر مع حصولہا لم یکن مفسرا بالرای المنہی عنہ۔ (اتقان، نوع ۷۸)

(لغت - صرف - نحو - معانی - بیان وغیرہ) کے بغیر تفسیر کرتا ہے وہ حقیقت میں تفسیر بالرائے کرتا ہے۔ اور جب ان علوم کے مطابق تفسیر کرتا ہے تو وہ مفسر بالرائے نہیں ہے"

اس بدیہی مدعا پر (کہ صحیح تفسیر وہی ہے جو مطابق لغت عرب اور موافق تراکیب بلغاء عرب کے ہوگی) ہمنے دو وجہ سے طول دیا ہے ایک تو زمانہ موجودہ کی نئی روشنی اور نیو فیشن اصحاب کی غلطی کے اظہار کو جو قرآن شریف کی تفسیر کرتے اور معنے بتلاتے وقت اصول عربیہ کا لحاظ نہیں رکھتے۔ جیسے سر سید احمد خان نیچری بانی مدرسۃ العلوم علی گڈھ وغیرہ کیونکہ جن امور کا انہوں نے انکار کیا ہے وہ لغت عرب سے ثابت ہیں۔ مثلاً جنت جہنم۔ حشر۔ نشر۔ جن۔ ملائکہ۔ حور و غلمان۔ دودھ۔ شہد۔ معجزات انبیا۔ نزول جبرئیل وغیرہ کے وہ معنی نہیں کرتے جو بپابندی لغت عرب اور حسب محاورہ اہل زبان ان اشیاء کے سمجھے جاتے ہیں بلکہ انکی حقیقت سے انکار کرتے ہیں اور بلا وجہ و بلا قرینہ خلاف اسلوب عربی ایسے معنے کرتے ہیں جنکا اہل عرب کو خیال بھی نہ تھا اور نہ ہی یہی انکی مجروی ہے۔ پس اہل حق کے پاس اس کے علاوہ کوئی مضبوط ہتھیار نہیں کہ ان امور کی حقیقت جو اہل عرب نے بپابندی محاورہ عرب سمجھی تھی جو ان کے لفظی ترجمہ سے سمجھ میں آتی ہے۔ وہی صحیح ہیں۔ اگر لغت کو چھوڑ دیا جاوے تو ان نئی روشنی کی مفسروں کو روکنے کے لئے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ دوئم یہ کہ جب میں نے بعض تحریروں اور تقریروں میں اس اصول پر زور دیا (کہ صحیح تفسیر کی علامت یہ ہے کہ عربیت کے قاعدے کی مطابق ہو) تو بعض دوستوں نے جو حقیقتاً نیچری بھی نہیں۔ اس اصول کی نسبت کہا کہ لغت تو نیچری۔ مرزائی وغیرہ سب پیش کرتے ہیں۔ تو کیا سب سچے ہیں؟ مگر حقیقتاً ان دوستوں کی غلطی یا جلد بازی بلکہ حقیقت الامر سے ناواقفی ہے۔ کیونکہ یہ لوگ دیکھ لیا تمام کجروفرقے محاورہ عرب کو چھوڑ کر ٹیڑھے جاتے ہیں ورنہ کیا جنت۔ جہنم کی تاویل جو سر سید اور مرزا وغیرہ کرتے ہیں کہ ایک روحانی لذائذ اور تکلیفات

کا نام ہے یہی محاورہ عرب سے ثابت ہوتا ہے؟ یا حدیث نبوی میں جو آیا ہے کہ مسیح موعود دمشق میں نازل ہوگا اور مرزا دمشق سے قادیاں مراد بتلاتا ہے۔ یہی معنے اہل عرب نے سمجھے تھے؟

پس ثابت ہوا کہ صحیح تفسیر وہی ہے جو محاورہ عرب کے موافق ہو خواہ اس تفسیر کا قائل کوئی پہلے گذرا ہو یا نہ گذرا ہو۔ بلکہ آج ہی بلکہ آج سے بھی بعد کسی کی سمجھ میں آئی ہو۔ مگر موافق محاورہ عرب کے ہو۔ اور غلط تفسیر وہ ہے جو عرب کے محاورہ اور عربی لغت کے خلاف ہو۔ چاہے اس کا قائل کوئی بھی ہو۔ پہلے بزرگوں میں سے کسی نے کی ہو۔ یا نئے لوگوں میں سے کسی کی ایجاد ہو۔

بعض دوست یہ سنکر کہ صحیح تفسیر وہی ہے جو لغت کے مطابق ہو کہا کرتے ہیں کہ لغت کا اعتبار کیا ہے۔ لغت میں تو صلوٰۃ کے معنے تحریک الصلوین یعنی چوتڑوں کا ہلانا اور دعا کے لکھے ہیں اور صیام (روزے) کے معنے بند رہنا لکھا ہے۔ اور حج کے معنے قصد کرنے کے ہیں تو کیا ہم لغوی معنے لیکر ان احکام سے سبکدوش ہو سکتے ہیں؟ تو ایسے اصحاب کی خدمت میں گذارش ہے کہ یہ آپکی جلد بازی ہے ورنہ اس سوال کی یہاں گنجائش نہ تھی۔ صلوٰۃ کے معنے قاموس میں یہ بھی لکھے ہیں عبادة فیہا رکوع و سجود یعنی رکوع اور سجود والی عبادت کو بھی صلوٰۃ کہتے ہیں اور صیام کے معنے بھی قاموس میں لکھے ہیں کہ امسک عن الطعام والشراب والکلام والنکاح پس ان معانی میں سے قرآن شریف نے کھانے پینے اور جماع سے صبح سے شام تک بند رہنے کا نام صیام بتلا دیا ہے تو کون ہے جو متکلم کے خلاف منشا کلام کا مطلب بگاڑے ایسا ہی حج زکوٰۃ وغیرہ ارکان کی تفصیل اور ماہیت خود ہی بتلا دی اور حج البیت کہدیا تو کون کہسکتا ہے کہ لغت کے خلاف کہا۔ کسی قدر مزید بحث اسکی آئندہ میں ملیگی۔)

ہاں مطابقت لغت کے علاوہ یہ بات بھی ضروری ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن مجید سے بھی مطابق ہو کیونکہ قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو اپنی تفسیر آپ کرتا ہے۔ چنانچہ امام سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں کہ علماء نے کہا ہے کہ جو کوئی قرآن کی تفسیر چاہے

قال العلماء من اراد تفسیر الکتاب العزیز طلبہ اولا من القرآن فما اجمل منہ فی مکان فقد فصل فی

وہ پہلے قرآن ہی سے تلاش کرے کیونکہ ایک جگہ اگر اس میں اجمال ہے تو دوسری جگہ توضیح	موضع آخر وما اختصر فی مکان فقد بسط فی موضع آخر (اتقان۔ نوع ۷۸)

ہے۔ ایک جگہ پر اختصار ہے تو دوسری جگہ مفصل ہے"

پس قرآن شریف کی صحیح تفسیر وہ ہوگی جس میں مفردات کو تو لغت کی شہادت سے حل کیا ہو اور مضامین کی تفسیر میں قرآنی تفسیر کو (جو تلاش سے کہیں نہ کہیں مل سکتی ہے جسکا نمونہ تفسیر القرآن بکلام الرحمن مصنفہ خاکسار ہے) مقدم سمجھا گیا ہو۔ غالباً اس سے کسی مسلمان کو انکار نہ ہوگا۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے قرآن شریف کو کِتَاباً مُّتَشَابِهاً فرمایا ہے یعنی ایک حصہ اسکا دوسرے کی تصدیق اور تفسیر کرتا ہے۔ نیز "تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں" عام مسلمہ اصول ہے۔

فصل دوم

قرآن مجید کے ساتھ حدیث شریف کا تعلق

کچھ شک نہیں کہ اسلام میں حدیث نبوی بھی ایک دلیل شرعی ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے قرآن شریف میں ہم کو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے چال چلن اختیار کرنے کی ہدایت

فرمائی ہے۔ اور بڑے زور سے بتلایا ہے کہ رسول خدا تمہارے لئے ایک نمونہ ہیں پس اس نمونہ کے مطابق کام کرو"	لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (احزاب ع ۳۔)

ایک مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ "ہم نے

یہ کتاب تیری طرف اسلئے نازل کی ہے کہ تو لوگوں کو بیان کرکے اسکا مطلب بتلاوے اور مضمون سمجھاوے تاکہ	أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (نحل ع)

وہ فکر کریں"

یعنی احکام اور اجمالی قرآن کی بابت جو تشریح اور تفصیل تو خود کر دے اُسی کو منظور اور

AsliAhleSunnet.com

پسند کریں۔ اسی لئے تو قرآن مجید میں سب سے بڑے اور ضروری حکم یعنی **صلوٰۃ** (نماز) کو بھی مجمل بیان کر کے پیغمبر علیہ السلام کیطرف سپرد کر دیا۔ کہ جس طرح یہ نبی نماز پڑھے تم بھی پڑھو کیونکہ بحکم آیت لقد لکم آنحضرت ہم مسلمانوں کے لئے ایک عمدہ نمونہ ہیں جنکی مطابق تعمیل کرنا مسلمانوں کا فرض ہے ورنہ کوئی بتلا سکتا ہے؟ کہ قرآن مجید میں نماز کی ترتیب کہاں ہے؟

چونکہ اس مسئلہ (حدیث کے حجت شرعی ہونے) پر ہم اپنے رسالہ "**حدیث نبوی اور تقلید شخصی**" میں مفصل بحث کر چکے ہیں اسلئے یہاں پر اس بحث کی ضرورت نہیں بلکہ یہاں پر ہم اس بات کو مانکر کہ حدیث نبوی بھی ایک دلیل شرعی ہے اپنا اور علماء اسلام کا مذہب بتلاتے ہیں کہ وہ قرآن مجید کے ساتھ حدیث شریف سے کیا برتاؤ کرتے ہیں۔

پس واضح ہو کہ قرآن مجید کے ساتھ حدیث شریف کی نسبت چار قسم پر ہے۔ یا یہ کہ ایک حکم قرآن سے ثابت ہوا اور حدیث سے بھی وہی ہے۔ اسکی تسلیم اور تعمیل میں تو کوئی چون و چرا ہی نہیں۔ یا یہ کہ قرآن مجید ایک حکم کے بارے میں ساکت ہے مگر حدیث شریف سے اسکا پتہ ملتا ہے جیسے کتے۔ بلے کی حرمت یا گوز وغیرہ سے وضو نہ رہنے کا حکم وغیر ذلک یہ قسم بھی سب کے نزدیک بلا تاویل معتبر ہے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ قرآن کے مخالف حکم حدیث سے ثابت ہو مثلاً قرآن شریف میں کوئی حکم عام ہے مگر حدیث میں اسکو کسی خاص وقت یا حالت اور کیفیت سے مخصوص کیا جاوے جسکو علماء اصول کے محاورے میں **تخصیص** کہتے ہیں۔ جسکی متفقہ مثال یہ ہے کہ قرآن مجید میں **میتۃ** کی حرمت کا حکم ہے۔ مگر حدیث شریف میں مچھلی اور ٹڈی مردہ کے کھا لینے کی اجازت ہے۔ اس (تخصیص کے) مسئلہ میں علماء اسلام کا باہمی اختلاف ہے۔ جمہور حنفیہ اسکی مخالف ہیں اور دیگر علماء (اہلحدیث اور شافعیہ وغیرہ) قریباً کل اسکے جواز کے قائل ہیں۔ مگر یہ اختلاف دراصل ایک اور اختلاف کی فرع ہے وہ یہ ہے کہ عموم (قرآنی ہو یا کوئی اور) اپنے افراد اور مسمیات میں قطعی شمول رکھتا ہے یا ظنی۔ علماء حنفیہ چونکہ عموم کا شمول قطعی کہتے ہیں اسلئے وہ حدیث خبر واحد

سے

(جو تواتر[1] اور شہرت کے درجہ تک نہ پہونچی ہو) قرآن کے عموم کی تخصیص نہیں مانتے۔ کیونکہ اس صورت میں (بقول انکے) ادنیٰ کو اعلیٰ پر غلبہ دینا لازم آتا ہے۔ اسلئے کہ حدیث کا وصول تو ظنی ہے اور قرآن کا وصول اور اُس کے عموم کا شمول یقینی۔ پس ظنی سے یقینی کی تخصیص جایز نہیں مگر شافعیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ عموم کا شمول اپنے افراد میں یقینی اور قطعی نہیں ہوتا بلکہ ظنی ہوتا ہے اسلئے ظنی سے ظنی کی تخصیص جایز ہے چنانچہ توضیح میں

عند الشافعی هو دليل فيه شبهة فيجوز تخصيصه بخبر الواحد والقياس وعندنا هو قطعي مساو للخاص فلا يجوز تخصيصه بواحد منهما (توضيح جلد ۱ عام)

(جو اصول فقہ کی مستند کتاب ہے) اس مسئلہ کو الفاظ مندرجہ حاشیہ میں بیان کیا ہے۔

خاکسار راقم کے نزدیک بھی یہی صحیح ہے کہ عام اپنے افراد کے شمول میں قطعی نہیں اسلئے کہ ایک تو ہم شرعی طور پر دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی قوم کو یا کسی شہر یا ملک کے رہنے والوں کو جنمیں زید بھی شامل ہوتا ہے۔ بُرا کہے تو غیبت میں شمار نہیں ہوتا اور اگر زید کا نام لیکر بُرا کہے تو غیبت ہوگی حالانکہ پہلی صورت میں بھی زید کو اُس بُرائی کا حصہ پہونچتا ہے پس اگر عام دلالت علی الافراد میں خاص کے مساوی ہوتا تو دونوں صورتوں میں غیبت ہوتی حالانکہ نہیں۔

دوسری دلیل اسپر عرف عام ہے۔ قانون دقت میں بھی یہ بات ہے کہ جبتک کسی خاص شخص کا نام لیکر برائی سے یاد کیا جاوے۔ لائیبل کیس (ہتک عزت) کا دعوےٰ نہیں ہوسکتا۔ عموماً چاہے کسی طرح کہتا جائے۔ پس اگر دونوں (عام اور خاص) دلالت میں مساوی ہوتے تو دونوں صورتوں میں دلالت مساوی ہوتی تو اثر بھی مساوی ہوتا حالانکہ نہیں۔

تیسری دلیل وجدانی ہے کہ اگر ہمارے سامنے کوئی ہمارا نام لیکر یا بصیغہ خطاب ہمکو

---

[1] حدیث متواتر اُسکو کہتے ہیں جسکو آج سے آنحضرت تک اتنے راوی بیان کریں جنکی تعداد اتنی ہو کہ عقل محال جانے کہ اتنی تعداد کے آدمی جھوٹ پر متفق ہوسکیں۔ اور مشہور اُسکو کہتے ہیں جو صحابہ کے طبقے میں گو اتنی تعداد نہ رکھتی ہو مگر اُن سے بعد تمام طبقات میں اُسی قدر تعداد ہو۔ منہ

AsliAhleSunnet.com

بُرا کہے تو سخت رنج ہوتا ہے اور اگر کوئی ہماری قوم یا ہم پیشہ لوگوں کو جنمیں ہمارا شمول یقینی ہو بُرا کہے تو اُس قدر رنج نہیں ہوتا بلکہ یوں کہئے کہ بسا اوقات بالکل نہیں ہی ہوتا جالانکہ لفظ عام بلا تخصیص ہوتا ہے۔

پس اِن وجوہ سے ہمارے خیال میں یہ رائے صحیح ہے کہ عموم کا شمول ظنی ہے قطعی نہیں جسکا یقینی نتیجہ یہی ہے کہ عام قرآنی کی تخصیص حدیث شریف سے (متواتر ہو یا غیر متواتر) جائز ہے۔ اس ایک ہی اصول سے بہت سے مسائل اختلافیہ حل ہو سکتے ہیں جنکی تفصیل کا موقع نہیں (مسئلہ فاتحہ خلف الامام بھی اسکی فرع ہے)۔

جو احکام شرعیہ بظاہر لغت سے خلاف معلوم ہوتے ہیں جیسے صلوٰۃ۔ صیام۔ زکوٰۃ حج وغیرہ وہ اسی قسم میں داخل ہیں یعنی عموم لغت کو شریعت نے (کسی آیت میں یا حدیث میں) مخصوص کر کے اپنا مطلب آپ بتلا دیا ہے کہ یہاں پر عموم مراد نہیں بلکہ تخصیص ہے جس سے کسی کو انکار نہیں کیونکہ جب ہم اپنے روزمرہ کے محاورات میں ایک لفظ عام بولکر اسکی تخصیص کر سکتے ہیں تو شریعت نے کسی لفظ کے عموم کو تخصیص کر دی تو کیا سوال؟ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کو فرمایا ہے۔ کہ ہمنے تیری طرف کتاب اس لئے

وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْہِمْ وَلَعَلَّہُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ (نحل ع ۱۲)	اتاری ہے کہ تو اسکو بیان کر کے اصل مطلب اسکا لوگوں کو سنا تاکہ وہ فکر کریں اور نصیحت

پاویں۔ ایسی اصطلاح کو علما کے محاورہ میں حقیقت شرعیہ کہتے ہیں یہ حقیقت شرعیہ ہمیشہ لغت سے مقدم ہے۔ مگر واضح رہے کہ یہ تخصیص یا حقیقت شرعیہ احکام میں ہوتی ہے اخبار میں نہیں (جو شریعت میں بطور حکایت گذشتہ یا بطریق پیشگوئی آئندہ کے الفاظ یا عبارات آوے اونمیں اسکی نظیر نہیں ملتی)۔

چونکہ قرآن مجید میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مُبیّن اور مفسر قرآن قرار دیا گیا ہے

قال الشافعی کل ما حکم بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فہو مما فہمہ من القرآن قال تعالیٰ انا انزلنا الیک القرآن بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ (اتقان۔ نوع ۷۸)۔	اسلئے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جتنے احکام حضرت نے احادیث میں فرمائے ہیں وہ

AsliAhleSunnet.com

قرآن ہی سے سمجھی ہیں"۔

مگر ہمارا حق نہیں کہ ہم ہر ایک حدیث کا مخرج قرآن سے جبتک نہ جانیں عمل نکریں بلکہ عمل مقدم ہو کیونکہ اجمالی اور کلی طور پر قرآن مجید نے شہادت دی ہو کہ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى یعنی خدا فرماتا ہے ہمارا رسول نفسانی خواہش سے کچھہ نہیں کہتا بلکہ وحی الٰہی سے کہتا ہے پس یہی ایک عام اصول کافی ہو اور یہی ایک اصول نبی اور غیر نبی میں فاصل ہو۔ غیر نبی (محدث یا مجتہد) جبتک کوئی دلیل شرعی (آیت یا حدیث) نہ بتلاوے یا ہم کو اپنے علم سے اُنکی دلیل کا علم نہو۔ ہمیں اُنکا اتباع ضروری نہیں غرض یہ ہے کہ نبی اور رسول کا اتباع مقدم ہے اور غیر نبی کی دلیل مقدم۔ انہی معنے سے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ "خدا کیطرف سے مجھے قرآن ملا اور قرآن جیسی اور ایک چیز بھی ملی ہو" جسکی طرف امام شافعی نے منقولہ سابقہ قول میں اشارہ کیا ہے۔

انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ (مشکوۃ)

ایک قسم مخالفت حدیث کی قرآن سے یہ ہو کہ قرآن مجید کے الفاظ یا سیاق سے جو مضمون یا مدعا سمجھ میں آوے۔ حدیث میں اُس کے خلاف ہو۔ حالانکہ اُس حدیث کی الفاظ سے ایسا معلوم ہو کہ سرور کائنات فخر موجودات علیہ افضل التحیۃ والصلوۃ نے اُس حدیث کے مضمون کو آیت کی تفسیر اور آیت کے مدعا کی تعیین فرمایا ہے۔ اسکی مثال یہ ہے کہ قرآن شریف میں آنحضرت کی بیویوں کو خطاب کر کے حکم دیا جاتا ہو کہ "اے نبی کی بیویو! جوکوئی تم میں سے ظاہر بے حیائی کا کام کریگی۔ اُسکو بہ نسبت دوسروں کے دگنا عذاب کیا جاویگا اور یہ اللہ کے نزدیک بہت آسان ہے اور جوکوئی تم میں سے اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کریگی اور نیک عمل بھی کریگی ہم اُسکو دگنا اجر دیگی اور ہمنے اسکے لئے عزت کی روزی طیار

يَا نِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا يَا نِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا

AsliAhleSunnet.com

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَوٰةَ وَآتِينَ الزَّكَوٰةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا (پارہ ۲۲ رکوع ۱)	کی ہے - اے نبی کی بیویو! تم کسی اور عورت جیسی نہیں ہو - اگر تم تقوی شعار رہو - تو اجنبی مردوں سے نرم نرم باتیں نکیا کرو ورنہ بے دین فاسق فاجر بیہودہ طمع کرینگے - جواب کے موقع پر دستور کی

بات ذرا زور سے کہا کرو - اور اپنے گھروں میں تسکین سے بیٹھا کرو اور پہلے کفریہ دستور سے باہر بے پردہ نہ جایا کرو نماز پڑھتی رہو اور زکوۃ دیتی رہو - اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرتی رہو - بس اللہ کو یہی منظور ہے کہ تم **اہل بیت** سے ناپاکی بداخلاقی دور کرے اور ہمیشہ کے لئے دور رکھے اور تمکو پاک صاف کرے اور جو کچھ تمہارے گھروں میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اسکو یاد کیا کرو کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالی بڑا ہی باریک بین اور خبردار ہے"

ان آیات کا ترجمہ اور سیاق وسباق کلام صاف بتلا رہا ہے کہ **اہل بیت** سے مراد آنحضرت کے ازواج مطہرات ہی ہیں کیونکہ انہی سے خطاب ہے انہی سے روئے سخن ہے - تمام صیغے مونث کے ہیں - کلام سابق میں بصیغہ امر حکم کر کے اِنَّمَا یُرِیدُ اللّٰہُ سے اسکی دلیل دی ہے یعنی یہ بتلایا ہے کہ یہ احکام تمکو اس لئے دیے جاتے ہیں کہ خدا کو یہی منظور ہے کہ تمکو پاک صاف رکھے - تو بس جو اشخاص پہلے صیغوں سے مخاطب ہیں وہی اہل بیت ہیں - بس اس مدعا کو مرکوز خاطر کر کے ایک حدیث بھی سنئے جو صحیح بھی ہے اور بظاہر ان معنے کی مخالف بھی -

عن ام سلمة قالت في بيتي نزلت انما يريد الله وفي البيت فاطمة وعلي والحسن والحسين فجللهم رسول الله صلى الله عليه وسلم بكساء كان عليه ثم قال هؤلاء اهل بيتي فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا (ترمذی - حاکم وغیرہ)	آنحضرت کی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آیت انما یرید اللہ میرے گھر میں اتری ہے اسوقت گھر میں حضرت فاطمہ - علی حسن اور حسین رضی اللہ عنہم موجود تھے پس آنحضرت نے ایک لوئی کے ساتھ جو آپکے

اوپر تھی انکو ڈھانپ لیا - پھر فرمایا اے اللہ یہ لوگ فاطمہ - علی - حسن - حسین رضی اللہ عنہم میرے **اہل بیت** ہیں - پس تو انکو پاک صاف کر"

AsliAhleSunnet.com

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی۔ فاطمہ حسن حسین علیہم السلام کو سرور کائنات نے **اہل بیت** کے مصداق تبلایا ہو اور ازواج مطہرات کو انمیں داخل نہیں کیا۔ حالانکہ آیت کے سیاق سے صریح اور صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں **اہلبیت** کی مصداق ازواج مطہرات ہیں اسلئے ایسی حدیث کو قرآن شریف سے مطابق کرنے میں علماء اہل حدیث نے یہ روش اختیار کی ہو کہ قرآن کے مطلب کو تو بحال رکھا ہے یعنی اہل بیت سے مراد آیت میں تو ازواج مطہرات ہی ہیں مگر حدیث میں جو آیا ہے اس سے مراد انکا لحوق معنوی ہو یعنی جو فضیلت **اہلبیت** کی قرآن شریف سے ثابت ہوتی ہے اُسمیں ان چاروں کو گویا آنحضرتؐ نے شریک کرنے کی دعا کی ہو۔

چنانچہ نواب صدیق حسن خان مرحوم لکھتے ہیں (کہ ایک فریق نے تو اہل بیت سے مراد صرف

وتوسطت طائفة بين الطائفتين فجعلت هذه الآية شاملة للزوجات ولعلي وفاطمة والحسن والحسين اما الزوجات فلكونهن المراد في سياق هذه الآيات كما قدمنا ولكونهن الساكنات في بيوته صلى الله عليه وسلم النازلات في منازله ويعضد ذلك ما تقدم عن ابن عباس وغيره اما دخول علي وفاطمة والحسن والحسين فلكونهم قرابة واهل بيته في النسب (فتح البيان)

آنحضرت کی بیویاں لی ہیں ایک نے صرف ان اصحاب اربعہ کو تبلایا ہے) ایک فریق میانہ رو ہیں انھوں نے یہ آیت بیویوں کو اور ان چاروں کو یعنی حضرت فاطمہ۔ علی۔ حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو شامل بتلائی ہے۔ بیویوں کو اسلئے کہ **آیت کی رو انکی میں وہی مراد ہیں** (یہ لفظ یاد رہی) جیسا ہم پہلے تبلا آئے ہیں اور بیویاں اسلئے بھی مراد ہیں کہ وہی تو آنحضرت کے گھر میں رہتی تہیں (پس وہی اہل بیت یعنی گھر والیاں ہوئیں) اور ابن عباس وغیرہ کی روایت بھی اسی کی تائید کرتی ہو لیکن یہ چاروں اسلئے اہل بیت ہیں کہ آنحضرت کے قریبی رشتہ دار ہیں۔"

واراد باهل البيت نساء النبي لانهن في بيته وهو رواية سعيد بن جبير

تفسیر **معالم** اور خازن میں ہو کہ اہل بیت سے مراد آنحضرت کی بیویاں ہیں کیونکہ وہی تو

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وتلا قولہ واذکرن مایتلی علیکن فی بیوتکن من آیات اللہ وھو قول عکرمۃ ومقاتل۔ (معالم ۔ خازن)

اونکو گھر میں تھیں (لڑکی اور داماد اور نواسے تو الگ اپنے گھر میں تھے) یہی روایت سعید بن جبیر کی ابن عباس سے ہے انہوں نے علاوہ اور دلائل کے واذکرن آخر تک بھی پڑھا تھا (کیونکہ یہ صیغہ مؤنث کا ہے اور اس میں آنحضرت کی ازواج کو خطاب ہے) اور یہی قول عکرمہ اور مقاتل کا ہے جو ابن عباس کے شاگرد رشید ہیں)۔

فیہ دلیل علی ان نساءہ من اہل بیتہ (مدارک)

تفسیر **مدارک** میں ہے کہ اس آیت میں دلیل ہے اس بات کی کہ آنحضرت کی بیویاں آپکی **اہل بیت** ہیں۔

اہل البیت ای نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم (جلالین)

تفسیر **جلالین** میں اہل بیت سے مراد آنحضرت کی بیویاں ہیں (دوسرے قول کو چھوا بھی نہیں جو حدیث سے ثابت ہوتا ہے)۔

ویطہرکم تطہیرا۔ وھذا نص فی دخول ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھھنا لانھن سبب نزول ھذہ الآیۃ۔ وروی ابن جریر عن عکرمۃ انہ کان ینادی فی السوق انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا نزلت فی نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصۃ وھکذا روی ابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ تعالی انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت قال نزلت فی نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال عکرمۃ من شاء باھلتہ انھا نزلت فی شان نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ثم ذکر احادیث تدل علی ان اہل البیت علی و

حافظ ابن کثیر محدث اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت صریح دلیل ہے کہ ازواج مطہرات اس جگہ داخل ہیں کیونکہ وہی اس آیت کے اترنے کا سبب ہیں اور ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بازار میں پکارا کرتا تھا کہ انما یرید اللہ والی آیت خاص کر آنحضرت کی بیویوں کی شان میں اتری ہے اسی طرح ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کیا کہ انما یرید اللہ والی آیت آنحضرت کی بیویوں کی شان میں اتری ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ جو کوئی چاہے میں اس سے **مباہلہ** کرسکتا ہوں کہ یہ آیت آنحضرت کی بیویوں کے حق میں اتری ہے (یہ روایات نقل کرکے حافظ ابن کثیر نے فیصلہ کیا ہے، جو

AsliAhleSunnet.com

فاطمة وابناهما ثم حكم بعد ذلك فقال) ثم الذي لا يشك فيه من تدبر القرآن ان نساء النبي صلى الله عليه وسلم داخلات في قوله تعالى انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا فان سياق الكلام معهن - ولكن اذا كان ازواجه من اهل بيته فقرابته احق بهذه التسمية (ابن كثير)

کوئی قرآن مجید کی آیات پر غور کریگا اسے مطلق شک نہ رہیگا کہ آنحضرت کی ازواج مطہرات اس آیت انما یرید اللہ میں داخل ہیں کیونکہ سیاق اور کلام کی روانگی اُنہی کے ساتھ ہے لیکن جب بیویاں آنحضرت کی اہل بیت ہیں تو قرابت دار اس نام کی زیادہ حقدار ہیں" (مطلب یہ کہ آیت سے مراد تو ازواج مطہرات ہی ہیں لیکن حدیث میں جنکا نام آیا ہے وہ بھی ازواج کے ساتھ اس وصف میں گویا شریک ہیں بہرحال حدیث آیت کی تفسیر نہیں) -

والاصوب ان ازواجه المطهرات من اهل بيته واذا كان ازواجه من اهل بيته فهؤلاء احق واولى بهذه التسمية (جامع البيان)

ایسا ہی تفسیر جامع البیان میں ہے کہ صحیح قول یہ بات ہے کہ ازواج مطہرات آنحضرت کے اہلبیت ہیں اور جب بیویاں اہلبیت ہیں تو یہ لوگ (حضرت فاطمہ علی حسن حسین علیہم السلام) بھی اس نام کے زیادہ مستحق ہیں (بہرحال آیت میں بیویاں ہی مراد ہیں)"

واختلف الاقوال في اهل البيت والاولى ان يقال هم اولاده وازواجه والحسن والحسين وعلي منهم (تفسير كبير - مجلد ششم)

تفسیر کبیر میں ہے کہ اہلبیت کے متعلق علما کا اختلاف ہے صحیح تر یہ ہے کہ اہلبیت آنحضرت کی اولاد اور بیویاں سب ہیں اور امام حسن حسین اور حضرت علی بھی اُنہی میں سے ہیں"

ایسا ہی بیضاوی - سراج منیر - کشاف - ابو سعود وغیرہ تفاسیر معتبرہ میں یہ امر بوضاحت ملتا ہے کہ اہل بیت سے مراد دونوں اگرچہ ازواج مطہرات اور اولاد پاک ہیں - ازواج مطہرات تو آیت سے اور اولاد پاک حدیث سے -

AsliAhleSunnet.com

ان سب حضرات کی عبارات سے بوضاحت ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے حدیث نبوی کو آیت کی تفسیر اور تعیین مصداق میں نہیں لیا۔ کیوں نہیں لیا؟ اسلئے کہ آیت اپنے معنی بتلانے میں مشرح ہے اور حدیث تعیین مصداق اور تفسیر آیت میں خلاف ہے مگر چونکہ حدیث بھی ایک دلیل شرعی ہے اسلئے علما نے دونوں کو معمول بنایا اور ازواج مطہرات کو تو قرآن مجید کی آیت کا مصداق سمجھا اور اولاد پاک کو حدیث شریف کے بیان سے معنوی الحاق کر کے وصف تطہیر میں شریک کر دیا چنانچہ شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں "یہ خطاب ہے ازواج مطہرات کو اور داخل ہیں حضرت کے سب گھر والے"۔ لیکن دانا سمجھ سکتے ہیں کہ یہ ساری کوشش اسی لئے ہے کہ ان مفسرین نے حدیث مذکور کو آیت کی تفسیر اور تعیین مصداق نہیں بنایا۔ خاکسار راقم کا یہی مسلک ہے اور یہی صحیح ہے گو بعض بزرگوں نے اس روش کے خلاف ظاہر حدیث کے لحاظ سے آیت کے معنی میں تصرف کر کے اہلبیت سے مراد صرف اولاد پاک کو لیا ہے لیکن ان بزرگوں کا ایسا کرنا گویا ترجیح مرجوح کی ہے کیونکہ حدیث کو کیسے ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو۔ قرآن کے برابر نہ اسکا قطعی ثبوت ہے نہ اسکی دلالت یقینی۔ پھر یہ رائے کیونکر صحیح ہو سکتی ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ پر حاکم بنایا جائے۔ بعض بزرگ کہا کرتے ہیں کہ جب سرور کائنات نے آیت کی تفسیر کر دی اور بتلا دیا کہ اہلبیت سے مراد اولاد پاک ہیں تو پھر ہمارا کیا حق ہے کہ ہم اس میں چون و چرا کریں اور اہل بیت کی تعیین حدیث سے نہ کریں؟ واقعی ان حضرات کا اخلاص اور حدیث شریف سے حسن ظن قابل مدح ہے مگر گذارش ہے کہ اصل مدار وصول حدیث پر ہے چونکہ قرآن شریف کا وصول ہم کو بطریق تواتر ہوا ہے اور حدیث کا بطریق احاد جو اس درجہ کا نہیں اسلئے ان دونوں کی تعیین میں فرق ہے۔ اسی لئے محدثین کا اصول ہے کہ حسن حدیث کے مقابل ضعیف کو نہیں لیتے۔ اور صحیح کے مخالف حسن کو قبول نہیں کرتے۔ پھر صحیح کے مراتب میں سے اعلیٰ مرتبہ کی ہو تو ادنیٰ

AsliAhleSunnet.com

کو چھوڑ دیتے ہیں مثلاً صحیحین (بخاری۔ مسلم) کی صحیح حدیث کے مخالف باقی کتب حدیث کی صحیح حدیث متروک کر دیتے ہیں پھر ان دونوں میں باہمی تعارض ہو تو بخاری کو مقدم سمجھتے ہیں۔ یہ مسئلہ انمیں ایسا مسلم اور مشہور ہے کہ شاید کسی[۱] حوالہ کی حاجت نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ طرق وصول کے لحاظ سے چونکہ حسن کے وصول کا طریق **ضعیف** سے اور **صحیح** کا **حسن** سے اور **صحیحین** کا باقی کتب سے اور **بخاری** کا مسلم سے اقویٰ اور اضبط ہے اسلئے انکو ترجیح ہے پس اسی اصول سے قرآن شریف کو سب پر ترجیح ہے چنانچہ محدثین نے مثال گزشتہ اور آئندہ میں ایسا ہی کیا ہے۔

ہاں اگر ہم وہ حدیث آنحضرت سے بالمواجہ (سامنے) سنتے تو یہ طریق اختیار کرتے بلکہ ان بزرگوں کے حسب منشاء آیت کا مطلب توڑ مروڑ کر حدیث کا تابع کرتے یا خود حدیث کا مطلب سرور کائنات سے پوچھتے جس پر اغلب گمان ہے کہ یہی توجیہ حضور کی زبان الہام ترجمان سے سننے میں آتی جو ہمنے علماء مفسرین سے نقل کی ہے

چونکہ مسلمانوں کا ایک گروہ (شیعہ) **اہلبیت** کے معنے میں بہت ہی مصر ہے کہ وہ اولاد پاک ہی کو اس آیت کا مصداق بتلاتے ہیں اور دلیل میں بھی اس جیسی وہ حدیثیں لاتے ہیں جنکے جواب ہم نے علماء اہل سنت کے اقوال سے نقل کئے ہیں مگر اس خیال سے کہ ان مفسرین کے اقوال شیعوں کے لئے شاید کارآمد نہوں اسلئے انہی کی کتابوں سے ان کو مستند بزرگوں کے اقوال بلکہ صحیح حدیثوں کا بیان کرنا مناسب ہے جو اصولاً ایسے جملہ مسائل خلافیہ کا فیصلہ کریں گی

شیعوں کی معتبر کتاب "**اصول کافی**" کتاب العلم باب الاخذ بالسنۃ میں مذکور ہے

عن ابی عبد الله عليه السلام ما لم يوافق من الحديث القرآن فهو زخرف۔ خطب النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا ايها الناس ما جاءكم عني يوافق كتاب الله فانا قلته وما جاءكم يخالف كتاب الله فلم اقله (اصول كافی كتاب العلم)

کہ ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو حدیث کتاب اللہ سے موافق نہو وہ غلط ہے۔"

آنحضرت نے خطبہ پڑھا تو فرمایا کہ لوگو! جو حدیث تمکو میری طرف سے پہنچے جو کتاب اللہ

۱؎ صلوۃ کسوف کی ہر رکعت میں دو رکوع پر ترجیح ہونا اسی اصول پر مبنی ہے۔ فافہم

AsliAhleSunnet.com

کے موافق ہو وہ تو میری ہے اور جو حدیث کتاب اللہ کے مخالف ہو وہ میں نے نہیں کہی ہو گی "

علمار اہلسنت کی تقریرات مذکورہ بالا سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ اولاد پاک بھی معنوی طور سے اہلبیت ہیں گو آیت کی تفسیر اور مصداق نہیں مگر شیعوں کی ان روایات نے ایک ایسا کڑا فیصلہ دیا کہ اُن حدیثوں ہی کو غلط کر دیا جنمیں اولاد پاک کے اہلبیت ہونے کا ذکر ہے کیونکہ جب اصول ہی یہ ہے بلکہ سرورِ کائنات سے روایت نقل کی ہے کہ جو حدیث قرآن مجید کے خلاف تبلاوے وہ حدیث ہی نہیں پس جبکہ قرآن مجید کا صاف فیصلہ اور سیاق کلام ہے کہ اہل بیت آپکی **ازواج مطہرات** ہیں تو پھر ان حدیثوں کے غلط ہونے میں کیا کلام؟ مگر اصل انصاف وہی ہے جو علمار اہلسنت نے ان احادیث سے برتا ہے کہ قرآن شریف کے مضمون کو بحال رکھ کر جو مضمون احادیث سے ثابت ہوتا ہے اسکو بھی ثابت فی الشرع مانا ہے اور قرآن و حدیث میں اختلاف رفع کرکے دونوں کو ملایا اور یہی اصل انصاف ہے (فنعم الوفاق)۔

قسم کی مثال میں دوسری آیت یہ پیش کیجا سکتی ہے جو بالاتفاق اہل قبا (جو مدینہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں تھا) کے حق میں نازل ہوئی تھی اور اس آیت میں سرورِ کائنات کو حکم ہوا کہ منافقوں کی مسجد میں (جو قبا والی مسجد کے مقابل بنی تھی) نماز مت پڑھنا اور اُس مسجد میں جسکی بنا ابتدا ہی سے تقوی پر رکھی گئی ہے نماز پڑھا کر۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (توبہ ع ۱۳)

اس آیت کے متعلق دو صحابیوں میں گفتگو ہوئی کہ یہ مسجد جسکی بابت خدا نے اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى فرمایا ہے کونسی مسجد ہے؟ قبا کی مسجد یا خود مسجد نبوی ہے۔ دونوں صاحب جھگڑتے جھگڑتے حضورِ نبوی میں حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا ھو مسجدی ھذا یعنی وہ میری یہ مسجد ہے "

تماری رجلان فی المسجد الذی اسس على التقوىٰ من اول یوم فقال رجل ھو مسجد قبا وقال الاٰخر ھو مسجد رسول اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھو مسجدی ھذا (ترمذی تفسیر توبہ)

AsliAhleSunnet.com

آب اِس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی مسجد کو اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی کا مصداق بنایا ہے؟ جیسا کہ کوئی شخص اپنے کلام میں کہے کہ "میرے پاس مولوی صاحب تشریف لائے" تو اُس کلام کے متعلق دو آدمی جھگڑتے جھگڑتے اُسکے پاس بغرض تعیین مصداق پہونچیں اور یہ سوال کریں، کہ "مولوی صاحب" سے مراد کون مولوی ہیں؟ تو وہ "زید" کی طرف اشارہ کرکے کہے کہ "یہہ زید ہے" اس طریق کلام سے ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ یہ تفسیر اور تعیین مصداق ہے اسی طرح اِس حدیث میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ وہ مسجد میری ہے مگر چونکہ یہ حدیث سیاق قرآن شریف کے خلاف ہے اسلئے علماء **اہلحدیث** اِس حدیث کی تاویل کرتے ہیں چنانچہ حاشیہ ترمذی میں ہے کہ چونکہ ظاہر قرآن یعنی سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسجد جسکی تعریف میں اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی فرمایا ہے وہ بالاتفاق قبا والی مسجد ہے پس اس حدیث کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ مگر اتنا کہ یوں تاویل کیجائے کہ آیت لغوی معنی کے لحاظ سے عام ہے جو دونوں پر صادق ہے اور حدیث میں جو آنحضرت نے اپنی مسجد کی طرف اشارہ کیا ہے یہہ فرد کامل تبلایا ہے"

لکن ظاهر القرآن انه مسجد قباء وبالاتفاق اللهم الا ان یقال ان الاٰیة الاولی عامة تصدق علیهما وفی الحدیث بیان للفرد الکامل وهو مسجد النبی صلی الله علیه وسلم (حاشیہ ترمذی)

اِس توجیہ میں جو محشی نے مسجد نبوی کو فرد کامل قرار دیا ہے یہہ بھی اس بات پر مبنی ہے کہ حدیث مذکور تفسیر آیت کی نہیں اور تعیین مصداق نہیں کرتی ورنہ اگر تفسیر ہوتی تو **فرد کامل** کیوں کہتے؟ فرد کامل کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث کو آیت کی تفسیر نہیں بنایا۔ بھلا ہماری پیش کردہ مثال میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ متکلم نے جو "**مولوی**" کی تفسیر اور تعیین مصداق "یہہ زید" سے کی ہے تو "**مولوی صاحب**" کے لفظ کا فرد کامل تبلایا ہے؟ نہیں بلکہ اصلی مصداق تبلایا ہے پس اگر محشی مذکور بھی اصل مصداق حدیث سے قرار دیتا تو فرد کامل نہ کہتا فافهم وتدبر +

آب ذرہ مفسرین کی باتیں بھی قابل غور ہیں۔ صاحب **جلالین** نے صرف اتنا ہی لکھا ہے کہ هو مسجد قباء کما فی البخاری یعنی مسجد اسس علی التقوی قبا والی مسجد ہے مسجد نبوی کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا۔ اِس پر صاحب **کمالین** نے حاشیہ لکھا ہے کہ

AsliAhleSunnet.com

ان مسجدہ صلی اللہ علیہ وسلم لما فی مسلم عن
ابی سعید سألت صلی اللہ علیہ وسلم فقال ھو
مسجدکم ھذا والصحیح الاول ولا منافاۃ
فانہ اذا کان مسجد قبا قد اسس علی التقویٰ من اول یوم
فمسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالطریق
الاولی فقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا صدر علی
سبیل الرد والتخطئۃ لمن ظن اختصاص مسجد
قباء بذالک (کمالین)

یہ مسجد نبوی بھی ہو سکتی ہے کیونکہ مسلم کی روایت
ابو سعید سے ہے کہ میں نے آنحضرت سے پوچھا
تو آپنے فرمایا کہ وہ تمہاری یہ مسجد ہے یعنی مسجد
نبوی (صاحب کمالین خود ہی فیصلہ کرتا ہے کہ
پہلی بات صحیح ہے کہ وہ قبا والی مسجد ہے اور اس
میں کوئی خلاف نہیں کیونکہ جب قبا کی مسجد
تقویٰ پر مبنی ہے تو آنحضرت کی مسجد تو بطریق اولیٰ
تقویٰ پر مبنی ہوگی پس آنحضرت کا ارشاد
(کہ وہ مسجد نبوی ہے) اُن لوگوں کی غلطی رفع کرنے کو تھا جو صرف مسجد قبا کو اس سے مخصوص
سمجھتے تھے۔"

ایسا ہی **جامع البیان** میں قباء کے سوا دوسری مسجد کا ذکر بھی نہیں کیا
صرف اتنا بتلایا ہے کہ ھم اھل قباء یعنی جن لوگوں کا اس آیت میں ذکر ہے وہ قبا
والے ہیں جس سے صاف سمجھا آتا ہے کہ مسجد بھی قبا والی مراد ہے اور حدیث مذکور کو مفسر
نے تعیین مصداق اور آیت کی تفسیر میں نہیں لیا۔

علامہ **حافظ ابن کثیر** نے جو فیصلہ اہل بیت والی حدیث کے متعلق دیا ہے
اُسکی عبارت تو بصفحہ ۱۷ گذر چکی ہے اُسکے متصل اس حدیث کو بھی لکھا ہے اور کہا ہے کہ:-

وھذا یشبہ ما ثبت فی صحیح مسلم ان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما سئل عن المسجد الذی
اسس علی التقوی من اول یوم فقال ھو مسجدی
ھذا۔ فھذا من ھذا القبیل فان الآیۃ انما
نزلت فی مسجد قبا کما ورد فی الاحادیث
الاخر ولکن اذا کان ذلک اسس علی التقوی
من اول یوم فمسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ (اہل بیت کا عموم) اسی طرح ہے جو صحیح
مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
ہوا ہے کہ مسجد اسس علی التقوی کے بارے سوال
ہوا تو آپنے فرمایا کہ وہ تو میری مسجد یعنی مسجد نبوی
ہے۔ پس یہ بھی اسی قسم سے ہے کیونکہ آیت
تو قبا والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جیسا
کہ اور کئی ایک احادیث میں آیا ہے لیکن جب

AsliAhleSunnet.com

...حلی بتسمیۃ بذلک (ابن کثیر) | وہ (مسجد قباء) اُسّس علی التقوٰی (تقوٰی اور اخلاص پر بنی)

...ہے۔ تو آنحضرت کی مسجد اس نام کی زیادہ حقدار ہے (کیونکہ اس کے بانی تو خود سرورِ کائنات

ہیں جنکے تقوٰی اور اخلاص کو کوئی پہونچ نہیں سکتا)۔

علامہ موصوف کی عبارت مذکورہ صاف بتلا رہی ہے کہ حدیث نبوی (ھو مسجدی

ہذا) کو آیت کی تفسیر نہیں بناتے اور اُس سے آیت کی تعیین مصداق نہیں کرتے بلکہ حدیث کی

...ویل کرتے ہیں چنانچہ ہم پہلے بتلا آئے ہیں کہ اگر تفسیر ہوتی تو فرد کامل یا اولیٰ اور اکمل

...کہتے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ اولیٰ اور کامل کہنا گویا یہ معنی رکھتا ہے کہ حدیث مذکور آیت

...کی تفسیر نہیں جیسا کہ پہلے ہم اپنی پیشکردہ مثال میں بتلا آئے ہیں۔

اسی طرح تمام تفاسیر میں دونوں قول لکھے ہونگے کسی میں صاف لفظوں میں تطبیق دی ہے

...کسی میں اشارہ سے مدعا بتلایا ہوگا غرض اس میں کسی طرح شبہ نہیں کہ حدیث مذکورہ

...آیت کی تفسیر اور تعیین مصداق نہیں کرتی بلکہ مطلب وہی ہے جو ہم اہل بیت کے متعلق

...بتلا آئے ہیں اور مفسرین کے کلام سے سمجھ میں آتا ہے کہ سرورِ کائنات کی مراد اس حدیث

...میں یہ ہے کہ میری مسجد کی بنا بھی تقوٰی پر ہے نہ یہ کہ قرآن مجید میں جو مسجد اُسس علی التقوٰی

...مطلق ایک مجمل اور غیر معین لفظ کے آیا ہے اُسکی تعیین اور تفسیر اس حدیث نے کی ہے؟ نہیں

...اگر یہ مراد ہوتی تو مفسرین صرف مسجد نبوی کو مصداق قرار دیتے حالانکہ انہوں نے

...ایسا نہیں کیا۔

اسی قسم کی تیسری مثال آیت کوثر ہوسکتی ہے۔ جو ایک نالائق گستاخ کے جواب میں

انا اعطیناک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر۔ کان العاص ابن الوائل اذا ذکر رسول اللہ عندہ قال دعوہ فانہ رجل ابتر لا عقب لہ فاذا مات انقطع ذکرہ فانزل اللہ ھذہ السورۃ (معالم)	نازل ہوئی تھی جس نے سرورِ کائنات فخر موجودات علیہ التحیۃ والصلوٰۃ کی شان میں بے ادبی سے کہا تھا کہ یہ آدمی جب مرجائیگا تو بوجہ نرینہ اولاد نہ ہونے کے اسکا نام بھی مٹ جائیگا۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تجھکو کوثر

...دیا ہے۔ کوثر کے معنی لغت عرب میں جماعت اور امت کثیرہ کے ہیں چنانچہ قاموس

AsliAhleSunnet.com

الکوثر الکثیر من کل شیء (قاموس) اما الکوثر فھو فی اللغۃ فوعل من الکثرۃ وھو المفرط فی الکثرۃ قیل لاعرابیۃ رجع ابنھا من السفر بم اٰب ابنک قالت اٰب بکوثر ای بالعدد الکثیر (تفسیر کبیر)

میں ہے کہ کوثر کثرت والی چیز کو کہتے ہیں ۔" تفسیر کبیر میں ہے کہ لغت میں کوثر کے معنی بہت کثرت والی چیز کو کہتے ہیں ۔ ایک اعرابن سے جسکا بیٹا سفر سے واپس آیا تھا کسی نے کہا تیرا بیٹا کیا لایا ہے اسنے کہا کوثر لایا ہے یعنی ایک کثیر التعداد چیز لایا ہے ۔"

تفسیر کشاف میں "کوثر" کے معنی کثرت کے کرکے ایک عربی شعر نقل کیا ہے جو یہ ہے ۔ ؎

انت کثیر یا ابن مروان طیب + وکان ابوک ابن العقائل کوثرا -

یعنی اے مروان کے بیٹے ! تو بڑا پاکیزہ خصلت اور بہت ہی کثرت والا ہے مگر تیرا باپ مروان تو کثرت میں ایسا بڑھا ہوا تھا کہ کوثر ہو گیا تھا یعنی کثیر الخیر تھا -

حماسہ (جو قدیم عرب کی زبان کا ایک سچا نمونہ ہے اُس) میں بھی ایک شعر ہے جو میں نے تفسیر القرآن عربی میں نقل کیا ہوا ہے ؎

ابوا ان یبیحوا جارھم لعدوھم + وقد ثار نقع الموت حتی تکوثرا

اس شعر میں "کوثر" کو بصیغہ جمع کے لایا گیا ہے جسکا ترجمہ ہے کہ میری قوم ایسی باغیرت ہے کہ عین لڑائی کے وقت بھی اپنے پناہ گیروں کو دشمنوں کی سپرد نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ وہ تعداد میں کثیر ہیں ۔"

غرض اس میں کسی کو شک نہیں کہ "کوثر" کے معنے لغت میں کثیر التعداد چیز کے آتے ہیں پس ان لغوی اور نیز شان نزول کی شہادت سے کہ یہ سورت اوس نالائق کے جواب میں نازل ہوئی ہے جسنے آنحضرت فداہ ابی وامی کو بوجہ نرینہ اولاد نہ ہونے کے ابتر کہتا تھا آیت موصوفہ کے یہ معنے ہیں کہ ہمنے تجھکو اے نبی امت کثیرہ دی ہے جو بیٹوں سے زیادہ تیری فرمانبردار ہوگی جسکی وجہ سے تیرا نام قیامت تک قائم رہیگا اور ایسا ہوگا کہ تیرا دشمن ہی ابتر یعنے پیچھا کٹا ہو جائیگا کوئی اُس کمبخت کا نام بھی

AsliAhleSunnet.com

لیگا۔ ان معنو کی شہادت لغت اور شان نزول برابر دیتے ہیں اور واقعات بھی انکی
ید ہیں مگر چونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کوثر میدان محشر میں ایک حوض ہے اور جنت
میں ایک نہر ہے اسلئے اس حدیث کو بھی مذکورہ بالا حدیثوں کیطرح آیت سے مطابق کرنا چاہئے
جیسے ہم بتلا آئے ہیں کہ محدثین اس قسم کی احادیث سے قرآن مجید کی تفسیر اور تعیین
نا نہیں کیا کرتے بلکہ جو کچھ ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے وہ معنوی طور پر آیت کی
مصداق سے شامل سمجھتے ہیں چنانچہ اوپر مفصل ہی گذر چکا ہے اسی طرح اس جگہ جو کچھ حدیث
شریف سے ثابت ہوتا ہے وہ بھی معنوی طور سے آیت کے ساتھ شمول کیا جاوے یعنی
اللہ نے جس طرح آنحضرت پر انعام کیا کہ آپکو امت کثیرہ دی اسی طرح **حوض کوثر** عنایت
فرمایا انعام کی حیثیت سے دونوں موجب اعزاز ہیں چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
نے اسی بنا پر کوثر کے معنی خیر کثیر کے کئے ہیں حالانکہ لوگوں نے ان سے کہا بھی کہ کوثر
جنت میں نہر ہے جسکے جواب میں انہوں نے کہا کہ وہ بھی خیر کثیر میں شامل ہے (مسلم)
حافظ ابن کثیر نے بھی یہی فیصلہ دیا ہے کہ خیر کثیر مراد ہے۔ **امام رازی** وغیرہ
امام بھی کہتے ہیں ان اقوال کی بنا اسی پر ہے کہ لغوی معنی پر یہہ بزرگ حدیث کو مقدم نہیں
جانتے لغت کے معنی بجائے خود صحیح جانکر جو کچھ حدیث سے ثابت ہوتا ہے اسکو بھی معتبر
کر کے لغوی معنی کے ساتھ شامل کر دیتے ہیں چنانچہ مفصل اوپر گذر چکا ہے اسکے یہہ معنی نہیں
کہ ان مفسروں کو حدیث سے انکار ہے بلکہ ہر ایک کا ادائے حق ہے کیونکہ اگر کوئی شخص عربی
دور دراز مقام کا رہنے والا اس آیت کو اپنے گھر پر سنتا اور آنحضرت کا فرمودہ کہ کوثر
جنت میں نہر ہے، اس تک نہ پہونچتا تو وہ اس آیت کے معنے نہ سمجھ سکتا حالانکہ قرآن مجید
کی آیا ہے ہم بتلا آئے ہیں کہ قرآن مجید عربی میں اسی لئے آیا تھا کہ عرب کے لوگ بلا تکلف
اسکو سمجھ سکیں۔ بعض لوگوں کی یہ بڑی غلطی ہے کہ اس قسم کی تفسیر بتلانے سے حدیث
کا انکار سمجھ بیٹھتے ہیں حالانکہ اگر یہ انکار ہوتا تو تمام گذشتہ مفسرین ایسا کیوں کرتے؟ جنکے
اقوال ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔
اسی قسم کی اور بھی کئی ایک حدیثیں آتی ہیں جو قرآن مجید کے الفاظ اور سیاق و سباق سے

AsliAhleSunnet.com

الگ تھلگ تفسیر بتلاتی ہیں جسکو دیکھکر ظاہر بیں گھبرا کر بسا اوقات حدیث سے منکر ہوجاتے ہیں مگر دراصل یہہ انکی غلطی ہے جو حدیث قرآن کے سیاق سے مخالف ہو اسکے معنے کرنے میں یہی اصول برتنا چاہیئے جو محدثین اور مفسرین نے ان دو تین اور ان جیسی اور حدیثوں سے برتا ہے۔ چونکہ یہہ ایک اصول ہے اسلیئے ہر ایک ایسی حدیث میں محدثین کی تصریح نہ ملے تو کوئی حرج نہیں اسی اصول پر تمام جزئیات منطبق کیجائینگی۔

اصل یہ ہے کہ اہلحدیث کو گو حدیث کی تلاش و محبت ہمیشہ رہی ہے اور رہونی بھی چاہیئے۔ کیونکہ سے

کیا تجھ سے کہوں حدیث کیا ہے	دردانہ درج مصطفےٰ ہے
صوفی و عالم و حکیم دینی	کرتے رہے اسی کی خوشہ چینی
حق ہوگا حدیث خواں سے خرم	اور شاد رسول فخر عالم

لیکن تاہم انکو حفظ مراتب کا ہمیشہ خیال رہا اسی لیئے وہ قرآن کے سیاق پر حدیث کو مقدم سمجھتے تھے چنانچہ فخر المتاخرین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اذا وجد فی المسئلة قرآن ناطق فلا یجوز التحول منه الی غیره واذا کان القرآن محتملا لوجوه فالسنة قاضیة علیه۔ حجۃ اللہ باب الفرق بین اہل الحدیث واصحاب الرای	اہلحدیث کا طریق عمل یوں بتلاتے ہیں کہ جب قرآن مجید کا حکم کسی مسئلہ میں صاف اور صریح ملے تو اسکے سوا غیر کیطرف رخ کرنا کسی طرح جایز نہیں ہاں جب قرآن مجمل اور ذو الوجوہ ہو تو جو تفسیر حدیث میں

ہوگی وہ مقدم ہوگی اور یہی اہلحدیث کا مذہب ہے۔ (خاکسار ہیچمدان کا بھی یہی مشرب ہے)

فصل سوم

قرآن مجید کو کون لوگ سمجھ سکتے ہیں؟

اس سوال کا جواب پہلی فصل سے مل سکتا ہے کہ جو لوگ عربی زبان سے ماہر ہیں وہ قرآن شریف کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں جو عربیت میں ماہر ہوں چاہے کسی قرن کے ہوں

AsliAhleSunnet.com

یا کسی زمانہ کے حدیث شریف میں بھی اس مضمون کی طرف اشارہ ہے - ایک حدیث میں

مثل امتی مثل المطر لا یدری اولہ خیر ام آخرہ (ترمذی)

آیا ہے کہ میری امت کی مثال بارش کی سی ہے جس میں تمیز نہیں ہو سکتی کہ اسکا پہلا حصہ اچھا ہے یا پچھلا۔

لا یخلق عن کثرۃ الرد ولا ینقضی عجائبہ وھو الذی لم تنتہ الجن اذ سمعتہ حتی قالوا انا سمعنا قرآنا عجبا (ترمذی - دارمی)

ایک حدیث میں ہے کہ قرآن مجید کثرت تکرار سے پرانا نہیں ہوتا اور اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے یہی وجہ ہے کہ جن بھی اس کے سننے سے نہ ہٹے تھے یہانتک کہ انہوں نے یہی کہا کہ ہمنے عجیب قرآن سنا ہے "

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے معانی اور تفسیر کی کوئی حد نہیں ہو سکتی ہر ایک زمانہ کے لوگ اس کے عجائبات کو حسب استعداد علمی سمجھتے رہینگے اور مستفید ہونگے رہا انکا باہمی اختلاف سو وہ بحکم فصول مذکورہ فیصل ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر ایک زمانہ کے لوگ اسی اصول کے پابند رہے ہیں مسلمانوں کے کل طبقوں میں صحابہ کرام کا طبقہ اعلیٰ ہے مگر جب ہم تفسیر کے فن پر نظر ڈالتے ہیں تو زمانہ سلف میں اسکی کوئی پابندی نہیں پاتے کہ جو کچھ صحابی نے کسی آیت کے معنے بیان کئے ہوں بس اسی پر حد لگ جاتی ہو نہیں بلکہ ہر ایک مفسر اپنے اپنے فہم اور استعداد کے مطابق بپابندی اصول معنے سمجھتا تھا یہانتک کہ استاد کے بتلائے ہوئے معنے سے شاگرد مخالف بتلاتا تھا ہم اس موقع پر ایک دو مثالیں نقل کرتے ہیں

عن ابن عباس قال الکوثر الخیر الکثیر - قال الحسن ھو القرآن - قال عکرمۃ النبوۃ والکتاب (معالم)

ابن عباس فرماتے ہیں کوثر (جو قرآن کی آیت میں ہے اس) سے مراد خیر کثیر ہے - خواجہ حسن بصری نے کہا اس سے مراد قرآن ہے عکرمہ (جو ابن عباس کے شاگرد رشید ہیں) کہتے ہیں اس سے مراد نبوت اور کتاب ہے

عن ابن عباس قال السابق المؤمن والمقتصد المرائی والظالم الکافر نعمۃ اللہ غیر الجاحد عن عائشۃ اما السابق بالخیرات فمن مضی

قرآن مجید میں مذکور ہے کہ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ ... (پارہ ۲۲ ع ۱۶)

AsliAhleSunnet.com

علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وشهد له صلی الله علیه وسلم بالجنة واما المقتصد فمن اتبع اثره من اصحابه حتی لحق به واما الظالم لنفسه فمثلی ومثلکم۔ قال مجاهد والحسن وقتادة فمنهم ظالم لنفسه هم اصحٰب المشئمة ومنهم مقتصد هم اصحاب المیمنة ومنهم سابق بالخیرات هم السابقون المقربون۔ قال بعضهم ذکر ذلك عن الحسن قال السابق من رجحت حسناته علی سیاته والمقتصد من استوت حسناته وسیاته والظالم من رجحت سیاته۔ وقیل الظالم من کان ظاهره خیرا من باطنه والمقتصد الذی یستوی ظاهره و باطنه والسابق الذی باطنه خیر من ظاهره وقیل الظالم من وحد الله بلسانه ولم یوافق فعله قوله والمقتصد من وحد الله بلسانه واطاع بجوارحه والسابق من وحد الله بلسانه واخلص له عمله وقیل الظالم التالی القرآن و المقتصد القارئ العالم به والسابق القارئ له العالم به العامل بما فیه و قیل الظالم اصحاب الکبائر والمقتصد اصحاب الصغائر والسابق الذی

اس آیت میں تین لفظ ہیں۔ **ظالم** **مقتصد** **سابق**۔ **ابن عباس** رضی اللہ عنہما کہتے ہیں سابق سے مراد **مخلص مومن** ہے اور مقتصد سے مراد **مرائی** (دکھاوا کرنیوالا) ہے اور ظالم سے مراد اللہ کی نعمتوں سے **ناشکر** ہے حضرت **عائشہ** صدیقہ رضی اللہ عنہا وعن ابیہا فرماتی ہیں سابق تو وہ ہیں جو آنحضرت کے زمانہ مبارک میں مسلمان ہو گذرے ہیں جنکی بابت حضور نے جنت کی خبر دی ہے اور مقتصد وہ ہیں جو اصحاب میں سے انکی روش پر چلے ہیں اور ظالم مجھ اور تم جیسے (تواضع ہے) مجاہد اور حسن بصری اور قتادہ (تابعین) کہتے ہیں کہ ظالم ہیں جنکو اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں ملیں گے اور مقتصد دائیں ہاتھ والے ہیں اور سابقون مقرب ہیں بعض علما حسن بصری سے نقل کرتے ہیں کہ سابق وہ جنکی نیک اعمال برائیوں پر غالب ہوں اور مقتصد وہ ہیں جنکی نیکیاں اور برائیاں مساوی ہوں اور ظالم وہ ہیں جنکی برائیاں نیکیوں پر غالب ہوں۔"

بعض کہتے ہیں "ظالم وہ ہیں جنکا ظاہر باطن سے اچھا ہو اور مقتصد وہ ہیں جنکا ظاہر باطن یکساں ہو۔ سابق وہ ہیں جنکا باطن (دل) ظاہر سے اچھا ہو" بعض کہتے ہیں ظالم وہ ہیں جو صرف زبان سے اللہ کی توحید کا قائل ہو اور اس کا

AsliAhleSunnet.com

لم یرتکب کبیرۃ ولا صغیرۃ وقال سھل ابن عبد اللہ السابق العالم والمقتصد المتعلم والظالم الجاھل (معالم)

قول۔فعل موافق نہ ہو اور مقتصد وہ ہے جو زبان سے اللہ کی توحید کا اقرار کرے اور اعضا سے اُسکی تابعداری کرے۔ اور سابق وہ ہے جو زبان سے خدا کی توحید کا اقرار کرے۔ اور اخلاص سے عمل کرے"

بعض علماء کہتے ہیں "ظالم وہ ہے جو بغیر مطلب سمجھنے کے قرآن پڑھے اور مقتصد وہ ہے جو سمجھکر پڑھے اور سابق وہ ہے جو سمجھکر پڑھے اور اُس کے احکام پر عمل بھی کرے"

بعض کہتے ہیں ظالم کبیرہ گناہ کرنیوالے ہیں اور مقتصد صغیرہ گناہ والے ہیں اور سابق وہ ہیں جنہوں نے نہ بڑے گناہ کئے ہیں نہ چھوٹے"

سہل بن عبداللہ کہتے ہیں سابق سے مراد معلم ہے جو لوگوں کو علم دین پڑھاتا ہے۔ اور مقتصد سے مراد طالبعلم ہے جو علم دین پڑھتا ہے۔ اور ظالم سے مراد جاہل ہے" (معالم)

یہہ دو مثالیں غالباً اس اصول کے سمجھانے کو کافی ہونگی کہ زمانہ سلف میں کوئی شخص کسی کی رائے کا پابند نہ تھا حضرت ابن عباس اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم جیسوں کی رائے سے تو خلاف کیا جاتا تھا کیوں؟ اس لئے کہ کوئی آیت یا حدیث مجبور نہیں کرتی کہ تفسیر دانی میں کسی زمانہ کی تحدید کی جاوے کیونکہ یہ امر علم اور فہم کے متعلق ہے اور امت میں سے ہر ایک کا فہم الگ الگ ہے کوئی کسی کے فہم کا پابند نہیں بلکہ کسی مفسر کی بات کو بے دلیل مان لینا ایسا برا سمجھا جاتا تھا کہ امام سیوطی نے اتقان میں ایک بزرگ کا قول نقل کیا ہے کہ

قال فی البرھان اعلم انہ لایحصل للناظر فھم معانی الوحی الی ان قال او یعتمد علے قول مفسر لیس عندہ علم (اتقان نوع ۷۸)

صاحب برہان لکھتے ہیں کہ ایسے آدمی کو قرآن کے معانی کی سمجھ نہیں آتی جو بدعتی ہو یا متکبر ہو یا دُنیا کی محبت رکھتا ہو یا گناہ کبیرہ ہمیشہ کرتا ہو یہہ لکھکر پھر یہ بھی لکھا ہے کہ ایسے آدمی کو بھی قرآن کے معانی کی سمجھ نہیں ہوتی جو کسی مفسر کے قول پر بے دلیل اعتماد اور بھروسہ کر لیتا ہے"

اسی بنا پر علما اصول نے امام شافعی کا قول لکھا ہے۔ کہ:۔

AsliAhleSunnet.com

قال الشافعی لا یقلد احد منهم سواء کان مدرکا بالقیاس او لا لان الصحابة کان یخالف بعضهم بعضا ولیس احدهم اولی من الآخر فتعین البطلان - قد اتفق عمل اصحابنا بالتقلید فیما لا یعقل بالقیاس و اختلف عملهم فی غیره وهذا الاختلاف فی کل ما ثبت عنهم من غیر خلاف بینهم و من غیر ان یثبت ان ذلک بلغ غیره فالله فسکت مسلما له (نور الانوار مطبوعہ یوسفی صفحہ ۲۱۶)

(صحابی کی تقلید بھی واجب نہیں خواہ مُو اجتہادیہ ہوں یا غیر اسلئے کہ اصحاب آپس میں ایکدوسرے سے مخالف ہوتے تھے اور کوئی اُن میں سے اس بات میں دوسرے سے اولیٰ اور بہتر نہیں پس اُن کے اختلاف سے انکی تقلید کا غلط ہونا ثابت ہے۔"

(اس قول کو نقل کرکے مصنف متن لکھتا ہے) ہمارے علما (حنفیہ) کا اسپر تو اتفاق ہے کہ جو امور قیاس اور اجتہاد سے معلوم نہو سکیں (جیسے امور آخرت وغیرہ) اُن میں تو صحابی کی بات کمان لینا ضروری ہے۔ اور امور اجتہادیہ علمیہ میں جو فہم اور اجتہاد سے تعلق رکھتے ہوں اُن میں اختلاف ہے" (پھر کہتے ہیں کہ) اختلاف حنفیہ و شافعیہ کا اسی صورت میں ہے کہ صحابہ میں اُس امر کی نسبت اختلاف نہوا ہو اور ایک کا قول دوسرے کو پہونچا ہو تو اُس نے قبول کر لیا ہو (کیونکہ اگر اختلاف ہے تو واجب نہیں اور اگر سکوت ہے تو اجماع ہے پھر اختلاف نہیں)۔ (نور الانوار)

بعض بزرگوں کو حسن ظنی سے اس میں غلطی لگتی ہے کہ وہ اُس حدیث کو پیش کرتے ہیں جس میں قرون ثلاثہ (صحابہ تابعین تبع تابعین) کی خیریت اور فضیلت کی خبر ہے وہ کہتے ہیں کہ جب ان تینوں زمانوں کے لوگوں کی بہتری آنحضرت نے بتلائی ہے تو تفسیر دانی بھی انہی پر ختم ہے۔

اوّل تو یہہ مرحلہ بھی دشوار گذار ہے کہ قرون ثلاثہ سے کیا مراد ہے بعض علما کا مذہب ہے کہ قرون ثلاثہ کی مدت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تک ہے (دیکھو حاشیہ شرح عقاید نسفی) بعض حدیثیں اور واقعات یزیدیہ وغیرہ انکی تائید بھی کرتے ہیں۔ اور اگر تبع تابعین تک بھی مراد ہے تو بھی یہہ لازم نہیں آتا کہ پچھلے لوگ قرآن دانی اور تفسیر فہمی

AsfiAhleSunnet.com

میں ان قرون ثلاثہ کے پابند نہیں بھلا اگر فضیلت سے انکی تقلید ہی ثابت ہوئی تو کون
نہیں جانتا کہ گو تینوں زمانے خیریت اور فضیلت کے ہیں تاہم امر ہیں تو شک نہیں کہ صحابہ
کا طبقہ تابعین اور تبع تابعین سے افضل اور اعلے ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ تابعین کے
صحابہ کے خلاف اور تبع تابعین کے تابعین کے مخالف اقوال تفاسیر میں ملتے ہیں جنکی
مثال اوپر ہم دے آئے ہیں۔

اصل یہہ ہے کہ خیریت اور فضیلت اس زمانہ کی انکی نیک نیتی اور حسن اخلاص پر مبنی
ہے یہی وجہ ہے کہ جس صحابی نے سرور کائنات کو اپنی آنکھوں سے ایک مرتبہ دیکھا
تمام علما مجتہدین سے افضل ہے مگر علم و فضل اور شئی ہے۔ علما اصول فقہ حضرت ابوہریرہؓ
اور انس رضی اللہ عنہم جیسے جلیل الشان صحابہ کو غیر مجتہد کہتے ہیں اور امام ابو حنیفہ اور شافعی
بلکہ امام محمد اور ابو یوسف وغیرہ کو مجتہد مانتے ہیں (دیکھو نور الانوار بحث حدیث)۔
اور اگر اس زمانہ میں بھی اس کی مثال چاہیں تو مل سکتی ہے۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب
شہید کے پیر و مرشد حضرت سید احمد صاحب بریلوی قدس اللہ سرہم۔ کچھ شک نہیں کہ مولانا موصوف
سے افضل و اعلیٰ ہو مگر علمی باتوں میں ہمیشہ مولانا ممدوح کی تحقیق بیش ہوتی تھی اور ہوتی ہے
کیونکہ یہہ صیغہ ہی الگ ہے۔

خلاصہ یہہ کہ تفسیر کے لئے کسی زمانہ کے علما کی پابندی نہیں بلکہ ہر زمانے میں
بپابندی اصول دین یعنی قرآن و حدیث اور زبان عربی کے لحاظ سے ہر ایک عالم
کا حق ہے کہ قرآن شریف کو اپنے علم اور استعداد سے سمجھے خواہ پہلے لوگوں میں اسکا
کوئی موافق ہو یا نہو مگر دلیل رکھتا ہو۔ زبان عربی کے قواعد اور کسی آیت یا حدیث کی
خلاف اسکی توجیہ یا تفسیر نہو۔ یہی معنے ہیں اس حدیث کے جس میں سرور کائنات نے
فرمایا ہے کہ میری امت بارش کی طرح ہے جسکے اول آخر کی تمیز نہیں ہو سکتی کہ
افضل کون حصہ ہے جو اسوقت برسا گذری ہے)۔ ورنہ صحابہ کے افضل ہونے میں کیا شبہ
ہے۔ پھر کیوں فرمایا کہ اول آخر میں تمیز نہیں ہو سکتی۔

علاوہ اس کے **سلف صالحین** سے تفسیر کے متعلق جتنی روایتیں آتی

AsliAhleSunnet.com

ہیں شاذو نادر ہی صحیح ہوتی ہیں۔ امام احمد رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر مجتہد اور امام فرماتے ہیں کہ تین باتوں کی کوئی اصل ہی نہیں۔ ما اول تفسیر کی۔ دوئم وقائع شدیدہ کی۔ سوئم جنگوں کی جیسے فتوح الشام وغیرہ ہیں)۔

قال الامام احمد ثلاث ليس لها اصل التفسير والملاحم والمغازی (اتقان نوع ۸۰)

سخت حیرانی ہوتی ہے جب بعض علما سے یہ سننے میں آتا ہے کہ فلاں قول شاذ ہے اور فلاں مردود ہے۔ کیا شاذ اور مردود کہنے کا بھی کوئی قاعدہ ہے یا ہر ایک شخص اپنے موافق کو معتبر اور مخالف کو شاذ کہنے کا مجاز ہے؟ ہم سے پوچھو تو وہی قاعدہ ہے جو ہم نے (نہیں بلکہ خدا نے) خود بتلادیا ہے کہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ اس کے سوا اگر کوئی اور قاعدہ ہو تو پیش ہونا چاہیے۔

فصل چہارم

آیات متشابہات کی تحقیق میں

آیات متشابہات میں جسقدر علما کا اختلاف ہے شاید ہی کسی مسئلہ میں ہو۔ ہم اس جگہ تفسیر **معالم التنزیل** اور **اتقان** سے کسی قدر نقل کرتے ہیں:۔

اختلف العلماء فيهما فقال ابن عباس رضی اللہ عنهما المحكمات هن الآيات الثلاث فی سورة الانعام قل تعالوا اتل ما حرم ربكم عليكم ونظيرها فی بنی اسرائيل وقضى ربك ان لا تعبدوا الا اياه۔ وعنه انه قال المتشابهات حروف التهجی فی اوائل السور وقال مجاهد وعكرمة المحكم ما

صاحب معالم لکھتے ہیں کہ آیات متشابہات اور محکمات میں علما مختلف ہیں ابن عباس نے کہا محکمات تین آیتیں ہیں جو سورہ انعام میں ہیں قل تعالوا آخر تک اور اسی کی مثل سورہ بنی اسرائیل میں وقضی ربک آخر تک یہ بھی ابن عباس سے روایت ہے کہ متشابہات حروف تہجی ہیں جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں

AsliAhleSunnet.com

ه الحلال والحرام وما سوا ذلك متشابه
تشبه بعضه بعضا في الحق ويصدق
بعضه بعضا كقوله تعالى وما يضل به الا
الفاسقين ويجعل الرجس على الذين لا
يعقلون وقال قتادة والضحاك والسدي
المحكم الناسخ الذي يعمل به والمتشابه
المنسوخ الذي لا يؤمن به ولا يعمل به
وروى علي بن ابي طلحة عن ابن عباس
رضي الله عنهما قال محكمات القرآن ناسخه
وحلاله وحرامه وحدوده وفرائضه
ما يؤمن به ويعمل به والمتشابه منسوخه
ومقدمه ومؤخره وامثاله واقسامه و
ما يؤمن به ولا يعمل به وقيل المحكمات ما
اوقف الله الخلق على معناه والمتشابه
ما استاثر الله تعالى بعلمه لا سبيل لاحد
الى علمه نحو الخبر عن اشراط الساعة و
خروج الدجال ونزول عيسى عليه السلام
وطلوع الشمس من مغربها وقيام الساعة
وفناء الدنيا قال محمد بن الزبير المحكم ما
لا يحتمل من التاويل غير وجه واحد
والمتشابه ما يحتمل اوجها وقيل المحكم ما
يعرف معناه ويكون حججه واضحة و
دلائله لائحة لا يشتبه والمتشابه

جیسے الٓر حٰمٓ وغیرہ **مجاہد** اور **عکرمہ** نے
کہا ہے محکم وہ آیت ہے جس میں حلال حرام
مذکور ہوا اور اس کے سوا سب متشابہ ہے
کیونکہ راستی میں ایک دوسری سے ملتی ہیں
جیسے یہ آیت مَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ آخر
تک اور یَجْعَلُ الرِّجْسَ آخر تک **قتادہ**۔
ضحاک اور **سدی** نے کہا کہ محکم آیت
وہ ہے جو ناسخ ہو جس پر عمل کیا جاوے۔ اور
متشابہ منسوخ ہے جس پر ایمان ہو اور عمل نہو
علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت
کی ہے کہ ناسخ حلال۔ حرام۔ حدود۔ فرائض
اور جن آیات پر ایمان لایا جاوے اور عمل بھی
کیا جاوے یہ تو محکمات ہیں اور متشابہات وہ
ہیں جو منسوخ اور مقدم۔ موخر اور اسی قسم کی
ہوں جن پر ایمان لایا جاوے اور عمل نہ کیا جاوے
بعض کہتے ہیں محکمات وہ ہیں جن کے معنے اللہ نے
اپنے بندوں کو بتلا دیے ہیں اور متشابہات وہ
ہیں جو اللہ ہی جانتا ہے جیسے قیامت کے
نشان۔ دجال کا خروج مسیح کا نزول سورج
کا مغرب سے طلوع۔ قیامت کا قایم ہونا۔ دنیا
کا فنا وغیرہ۔ **محمد بن زبیر** نے کہا کہ محکم وہ
آیت ہے جس کی ایک ہی توجیہ اور تفسیر ہو سکے۔
متشابہ وہ ہے جس کی کئی ایک تفسیریں ہو سکیں

AsliAhleSunnet.com

هو الذی یدرک علمه بالنظر ولا یعرف العوام تفصیل الحق فیه من الباطل و قال بعضهم المحکم ما یستقل بنفسه فی المعنی والمتشابه ما لا یستقل بنفسه الا برده الی غیره (معالم)

بعض نے کہا ہے محکم وہ ہے جسکے معنے مشہور معروف ہوں اور صاف حجت ہوں اور دلائل اُس کے واضح ہوں کسی پر مشتبہ نہوں اور متشابہ وہ ہیں جنکا علم غور وفکر سے حاصل ہوسکے اور عوام اُس میں حق باطل کی تفصیل نہ جان سکیں بعض نے کہا محکم وہ ہے جو بنفسہ معنی میں مستقل ہو اور متشابہ وہ ہو جو اپنے آپ میں مستقل نہو جبتک دوسری آیت کے ساتھ اُسکو نہ ملائیں"

امام سیوطی اتقان میں لکھتے ہیں "بعض نے کہا محکم وہ ہو جسکے معنے واضح

قیل المحکم ما وضح معناه والمتشابه نقیضه وقیل المحکم ما لا یحتمل من التاویل الا وجها واحدا والمتشابه ما احتمل اوجها وقیل المحکم ما کان معقول المعنی والمتشابه بخلافه کاعداد الصلوات واختصاص الصیام برمضان دون الشعبان وقیل المحکم ما تاویله تنزیله والمتشابه ما لا یدرک الا بالتاویل وقیل المحکم ما لم یتکرر الفاظه ومقابله المتشابه وقیل المحکم الفرائض والوعد والوعید و المتشابه القصص ومن المتشابهات آیات الصفات (مثل استوی علی العرش والوجه والید وغیرها)۔
(اتقان۔ بحث المحکم والمتشابه)

ہوں اور متشابہ وہ ہے جو ایسا نہو بعض علما کہتے ہیں۔ محکم وہ ہے جس کی ایک ہی توجیہ ہو اور متشابہ وہ ہو جسکی کئی ایک توجیہات ہوسکیں بعض نے کہا ہے کہ محکم وہ ہے جسکا مضمون عقل سے دریافت ہوسکے (جیسے نیک اخلاق راستی وغیرہ) اور متشابہ وہ ہے جو ایسی نہو جیسے نمازوں کی گنتی اور رمضان سے روزوں کی خصوصیت بعض کہتے ہیں محکم وہ ہو جسکے اترتے ہی معنے سمجھ میں آجاویں اور متشابہ وہ ہے جو تاویل سے معلوم ہوسکے بعض یار کی رائے ہے محکم وہ ہے جسکے الفاظ مکرر بار بار آویں اور جو ایک ہی دفعہ آوے وہ متشابہ ہے بعض نے کہا محکم فرائض۔ وعدے (یعنی نیک اعمال کی جزا) اور وعید (بداعمال کی سزا) کا ذکر اور

AsliAhleSunnet.com

متشابہ قصص میں اور آیات صفات (مثل استویٰ علی العرش اور وجہ وغیرہ) بھی متشابہات میں سے ہیں۔"

اتنے اختلاف کے ہوتے کس کا حق ہے کہ بغیر کسی قوی دلیل کے کسی قول کو ترجیح دے سکے یا کسی کو غلط کہے؟

بعض لوگ جلد بازی میں اس حدیث کو اس مطلب (تعیین متشابہات) کے لئے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا رأیت الذین یتبعون ما تشابہ منہ فاولئک الذین سماھم اللہ فاحذروھم (معالم)

پیش کیا کرتے ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم اُن لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں تو اُن سے بچکر رہنا۔ یہ وہی لوگ ہیں جنکو اللہ نے گمراہ بتلایا ہے"

مگر بغور دیکھا جائے تو اس میں متشابہات کی کیفیت اور تعیین نہیں بتلائی گئی۔ بلکہ انکا حکم بتلایا ہے کہ متشابہات کے پیچھے پڑنے والے بُرے ہیں لیکن یہ بات کہ متشابہات کونسی آیتیں ہیں اور محکمات کونسی ہیں اس کا اس حدیث میں ذکر نہیں۔

پس جبکہ کسی آیت قرآنی یا حدیث رسالت پناہی میں اس امر کا صریح فیصلہ نہیں ملتا کہ آیات متشابہات کیا ہیں اور محکمات کیا۔ تو ضروری ہوا کہ ہم قراین اور سیاق عبارت سے کام لیں۔ چنانچہ آیندہ فصل میں ہم اپنی ناچیز رائے اسکے متعلق ظاہر کرینگے۔ (فانتظر)

فصل پنجم

آیات متشابہات کیا ہیں اور انکو لوگ جان سکتے ہیں؟

اس مسئلہ میں کہ آیات متشابہات کو کوئی جان سکتا ہے؟ بھی علما کا اختلاف ہے۔ بغور دیکھا جائے تو یہ مسئلہ بھی تخصیص عام کیطرح ایک اور مسئلہ کی فرع ہے۔ وہ یہ ہے آیت کریمہ میں وقف کہاں ہے؟ یعنے اللہ پر جملہ پورا ہوتا ہے۔ اور

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ۔

یعنی "وَالرَّاسِخُوْنَ" سے جملہ ثانیہ چلتا ہے۔ یا وَالرَّاسِخُوْنَ پہلے کلام یعنی اللہ پر جو فاعل ہے کلام سابق کا معطوف ہے بعض علما پہلی توجیہ کو پسند کرتے ہیں اور بعض پچھلی کو۔ چنانچہ اتقان میں ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ اَلرَّاسِخُوْنَ کو اللہ پر عطف جانتے تھے

اخرج ابن المنذر عن طریق عن مجاهد عن ابن عباس فی قوله وما یعلم تاویله الا الله والراسخون فی العلم قال یعلمون تاویله لو لم یعلموا تاویله لم یعلموا ناسخه من منسوخه ولا حلاله من حرامه ولا محکمه من متشابهه واختار هذا القول النووی فقال فی شرح مسلم انه الاصح لانه یبعد ان یخاطب الله عباده بما لا سبیل لاحد من الخلق الی معرفته وقال ابن الحاجب انه الاصح۔ واما الاکثرون من الصحابة والتابعین واتباعهم ومن بعدهم خصوصًا اهل السنة فذهبوا الی الثانی (اتقان نوع ۴۳)

اور فرماتے تھے کہ میں بھی آیات متشابہات کے معنے جانتا ہوں یعنی میں راسخین سے ہوں مجاہد سے منقول ہے راسخین تاویل جانتے ہیں اگر وہ تاویل نہ جانتے ہوں تو ناسخ منسوخ حلال۔ حرام۔ اور محکم متشابہ کو کیونکر جان سکتے ہیں اسی قول کو (کہ راسخین متشابہات کی تاویل جانتے ہیں) امام نووی نے پسند کیا ہے امام موصوف نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ یہہ بات عقل سے بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسے کلام سے مخاطب کرے جسکو وہ کسی طرح نہ سمجھ سکیں۔ امام ابن الحاجب کہتے ہیں۔ یہی مذہب اصح (صحیح تر) ہے لیکن اکثر صحابہ تابعین اور تبع تابعین خصوصًا اہل سنت نے دوسرے مذہب کو پسند کیا ہے (کہ نہیں جانتے)۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ بعض لوگ آیت کا وقف الراسخون فی العلم پر رکھتے ہیں

ومنهم من یقف علی قوله والراسخون فی العلم وتبعهم کثیر من المفسرین واهل الاصول وقالوا الخطاب بما لا یفهم بعید (ابن کثیر)

(جسکا مطلب ہے کہ علماء راسخین متشابہات کا مطلب جانتے ہیں) بہت سے مفسرین اور اہل اصول اس رائے میں انکے تابع ہوگئے ہیں کہتے ہیں کہ جو بات سمجھ میں نہ آسکے اُس سے خطاب کرنا نامناسب ہے (یعنی اگر متشابہات کو کوئی نہ سمجھ سکے تو قرآن مجید میں اُنکا آنا اور نازل ہونا ہی بے فائدہ اور نامناسب ہے)۔

AsliAhleSunnet.com

خاکسار راقم کے نزدیک بھی یہی راجح ہے کہ الراسخون معطوف ہے اللہ پر کیونکہ واو کی اصل عطف کے لئے ہے اور عطف اسی صورت میں ہے کہ الراسخون معطوف ہو اللہ پر اور اگر عطف نہ ہو تو واو اپنی اصلیت سے نکل جائیگا۔ سر کلام ہونا واو کی اصلیت نہیں کیونکہ وہ تو دو چیزوں کے جمع کرنے کے لئے ہے چنانچہ کتب نحو۔ معانی اصول میں لکھا ہے کہ للجمع مطلقا پس واو کی اصلیت ہی مقتضی ہے کہ الراسخون معطوف ہو کر فاعل ہے یعلم کا پس آیت کی ترکیب یہ ہے کہ الراسخون معطوف ہے اللہ پر اور یقولون مضارع جملہ فعلیہ حال ہے پس آیت کے معنے یہ ہیں کہ آیات متشابہات کے معنے اللہ جانتا ہے اور اللہ کے جتلانے سے علماء راسخین بھی جانتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ ہم سب کو مانتے ہیں۔

اس ترکیب پر مولانا نواب صدیق حسن خان مرحوم نے ایک سوال کیا ہے اسکا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ فرماتے ہیں یہ اس کلام ویقولون کو حال بنانے میں ایک امر مانع ہے وہ یہ ہے کہ راسخین کے علم بالتاویل کو امنا کہنے کیوقت سے مقید کرنا صحیح نہیں کیونکہ درصورت عطف ہونے کے راسخین ہر حال میں جانتے ہیں نہ کسی خاص حالت میں (جیسا کہ تقیید سے لازم آتا ہے) ۔

لکن ههنا مانع آخر من جعل ذلك حالا وهو ان تقييد علمهم بتاويله بحال كونهم قائلين امنا به ليس بصحيح فان الراسخين في العلم على القول بصحة العطف على الاسم الشريف يعلمونه في كل حال من الاحوال لا في هذه الحالة الخاصة

(فتح البیان)

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر تقیید بطریق حال منتقلہ کے نہیں ہے بلکہ حال مستمرہ کی

تفسیر القرآن بکلام الرحمن میں جو الراسخون کو مبتدا مانا ہے۔ بعض دوستوں کو اس پر شبہ ہوا کہ جب الراسخون کو مبتدا مانا گیا ہے تو پھر حروف مقطعات کے معنے کیوں کئے ہیں کیونکہ حروف مقطعات تو ایسے ہیں جنکو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا چنانچہ الراسخون کو مبتدا ماننا بتلا رہا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جہاں الراسخون کو مبتدا مانا ہے وہاں آیات متشابہات کی تعیین بھی کر دیگئی ہے کہ متعلقہ عالم برزخ اور متعلقہ جزا و سزا ہیں کہ حروف مقطعات جو الگ ایک قول ہے۔ آیات متشابہات کے جب بہت سے معنے ہیں تو ایک معنے لینے سے دوسرے معنے کا عدم لازم نہیں آتا بلکہ صرف معترض کی جلد بازی ہے اور کچھ نہیں۔ تفسیر میں علماء کے توافق کیا گیا ہے۔ یہاں اپنی تحقیق

AsliAhleSunnet.com

طرز پر ہی چنانچہ دوسری ایک آیت میں خود اسکی نظیر ملتی جس میں مذکور ہے۔ کہ:۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۙ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآىٕمًۢا بِالْقِسْطِؕ (پارہ ۳-ع-۱۰)	اللہ توحید کی شہادت دیتا ہے۔ اس حال میں کہ انصاف پر قائم ہے۔

جیسا اس آیت میں "قائماً" "اللہ" سے حال ہے باایں ہمہ بوجہ حال مستمرہ ہونے کے اعتراض نہیں آسکتا اسی طرح آیت ماقبل میں ہے گویا اس امر کیطرف اشارہ ہے۔ کہ **راسخین** ہمیشہ اسی قول پر جمے رہتے ہیں جیسی قائماً بالقسط اللہ کی صفت غیر منفکہ ہے ایسی ہی راسخین کی یہ صفت دقول) [illegible] لازمی ہے:۔

بعد اس تحقیق کے کہ ایات متشابہات کو علماء راسخین سمجھ سکتے ہیں یہ تحقیق آسان ہے کہ ایات متشابہات کیا ہیں؟ اسلئے کہ قرآن مجید کی آیت موصوفہ میں خدائے تعالے نے خود انکی ماہیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ فرمایا ہے کہ **آیات متشابہات** کو علماء راسخین تو سمجھتے ہیں مگر فتنہ انگیز اُن سے فتنہ انگیزی اور عوام میں ایک شور و شغب برپا کرتے ہیں حالانکہ اُن کا اصل مطلب وہ نہیں ہوتا جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ صفات اور حشر کے متعلق جتنی آیات ہیں سب اسی قسم سے ہیں کہ گمراہ لوگ ان کا مطلب تو سمجھے نہیں اور لوگوں میں یہ باور کراکر کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں یہی اصل مطلب ہے گمراہی پھیلاتے ہیں جس نے یہ امر اپنی آنکھوں سے دیکھنا اور تصدیق کرنا ہو وہ ہمارے رسالے "**حق پرکاش** بجواب ستیارتھ پرکاش اور **ترک اسلام**" بر ترک اسلام مطالعہ کرے پھر دیکھے کہ کس طرح اہل زیغ اللہ کی صفات اور اُس کے افعال میں کجروی کرتے ہیں۔"

اگر خود آیت مرقومہ پر ہی غور کریں تو اُس سے بھی قرینہ مل سکتا ہے کیونکہ اس تقسیم کے بعد اللہ تعالے نے راسخین کے قول میں ایک تو حشر نشر کا ذکر کیا ہے۔ دوم اُن کی دعا بتلائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر ایمان کامل رکھتے ہیں اُس سے واضح ہوتا ہے کہ **آیات متشابہات** سے مراد صفات اور افعال خداوندی اور حشر و نشر کا بیان ہے۔

یہاں پر ہم اہل زیغ کی گمراہی کی ایک مثال بتلاتے ہیں۔

خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ

AsliAhleSunnet.com

یعنے جولوگ تجھسے (ای رسول) بیعت کرتے ہیں کچھ شک نہیں کہ وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر ہے"۔

مطلب آیت کا تو صاف ہے کہ رسول سے بحیثیت رسالت جو معاملہ کیا جاویگا۔ وہ اللہ ہی سے ہوگا۔ جیسا کہ کسی حاکم سے معاہدہ کرنا بادشاہ وقت سے ہوتا ہے وہ حاکم خواہ تبدیل بھی ہو جاوے بلکہ کسی جرم میں ماخوذ ہوکر سزایاب اور بے اختیار بھی ہو جاوے تاہم وہ معاہدہ بدستور قابل پذیرائی رہتا ہے۔ مگر اہل زیغ (آریہ وغیرہ) نے اسپر خوب حاشیے چڑھائے ہیں کہ حضرت کو خدا بننے کا بھی شوق تھا بلکہ ادعا تھا چنانچہ اسی بنا پر آپنے یہ آیت نازل کرلی ۔ جولوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے کرتے ہیں۔ مفصل کے لئے وہی رسالے موجود ہیں جنکے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ سارا قرآن مجید آیات متشابہات ہے۔ کیونکہ آجکل کے اہل زیغ نے کوئی حکم بھی قرآن مجید کا بے اعتراض نہیں چھوڑا۔ شاید اسی لحاظ سے خداوند تعالے نے بھی تمام قرآن شریف کو

اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابہا مثانی

کتابًا مُتشابِہًا فرمایا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جس آیت کو کجرو اور گمراہ لوگ ظاہری ترجمہ کے لحاظ سے بغیر اصل یعنی محاورہ ترجمہ سمجھنے کے اعتراض کریں جو صرف اصل مطلب جو علماء راسخین نے سمجھا ہے بتلانے ہی سے سوال رفع دفع ہو جائے تو وہی آیت آیات متشابہات سے ہے۔

فصل ششم

صفات الٰہیہ کے متعلق تحقیق

صفات باری تعالیٰ میں علماء مفسرین کا اختلاف ہے سلف صالحین صحابہ تابعین اور محدثین تفویض کے قائل ہیں یعنی وہ کہتے ہیں کہ جس طرح خدائے تعالے نے اپنی صفات کا خود فرمایا ہے پس اُسی پر ہمارا ایمان ہے۔ اُس کی کیفیت ہم نہیں جانتے۔ چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں ہے۔ کہ:-

AsliAhleSunnet.com

روی عن سفیان الثوری والاوزاعی واللیث بن سعد وسفیان بن عیینۃ و عبداللہ بن المبارک وغیرھم من علماء السنۃ فی ھذہ الآیات التی جاءت فی الصفات المتشابہات امروھا کما جاءت بلاکیف۔ (معالم۔ سورہ اعراف آیت استوی)	سفیان ثوری۔ اوزاعی۔ لیث بن سعد۔ سفیان بن عیینہ۔ عبداللہ بن مبارک وغیرہ علماء حدیث کا مذہب آیات متشابہات میں یہی منقول ہے کہ جیسی یہ آئی ہیں انکو ایسا ہی بلاکیف مانو۔

ایک گروہ مفسرین کا ان آیات کی تاویل کرتے ہیں جنکو متکلمین[1] یا مؤولین کہا جاتا ہے۔ یہ گروہ ان آیات کے معنے کرتے ہیں اور مناسب موقع پر حسب محاورہ عرب تاویلات کرتے ہیں۔ خاکسار راقم اہلحدیث کا خادم ہے اور محدثین کی رائے سے میرا توافق

[1] بعض عام بلکہ خواص بھی یہ خیال کرتے ہیں اور پھیلاتے ہیں کہ متکلمین کسی گمراہ فرقہ کا نام ہے حالانکہ یہ خیال صحیح نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہر زمانے میں علماء اسلام دو قسم پر ہوتے رہے ہیں جیسے آج کل بھی ہیں ایک تو وہ ہیں جو علم دین (حدیث تفسیر ہو یا فقہ اور اصول) میں مستغرق رہتے ہیں اپنی اپنی درسگاہوں میں خوب تحقیق و تدقیق سے تعلیم دیتے ہیں مگر کافروں اور ملحدوں کے میدان مناظرہ میں آنا انکو کبھی اتفاق نہیں ہوتا نہ انکو اس کا حوصلہ ہے کیونکہ وہ اپنے خیال ہی میں مستغرق رہنے کی وجہ سے اس کوچہ سے ناآشنا بلکہ متنفر ہیں جس میں وہ کسی قدر معذور بھی ہیں اسلئے کہ لکل فن رجال ؏ ہر کسے را بہر کارے ساختند۔

ایک قسم کے علماء وہ ہیں جو ہر قسم کے مباحثات اور مناظرات میں حصہ لیتے ہیں۔ کافروں اور ملحدوں کا ہر میدان میں مقابلہ کرتے ہیں عقلی اور نقلی دلائل سے ان کا قافیہ تنگ کرتے ہیں اسی قسم کے علماء کو متکلمین کہا جاتا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب رسالہ فوز الکبیر میں فرماتے ہیں کہ:-

وعلم المخاصمۃ والرد علی الفرق الضالۃ من الیھود والنصاری والمشرکین والمنافقین والتفریع علی ھذا العلم منوط بذمۃ المتکلم (فوز الکبیر۔ باب اول)	قرآن شریف میں جو گمراہ قوموں یعنی یہود و نصاریٰ۔ مشرکین اور منافقین سے مباحثات اور مناظرات کا ذکر آتا ہے انکی تمام تفاصیل اور علم مراتب متکلمین کے ذمہ ہیں"

اس بیان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ متکلمین کوئی ایسا گروہ نہیں جو پہلے کبھی پیدا ہوا تھا اور پھر ہٹ گیا

AsliAhleSunnet.com

ہے کہ صفات الٰہیہ میں تفویض نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔ کیونکہ جب ہم ذات خداوندی کو بالکنہ نہیں پاسکتے تو صفات کو کیونکر پاسکتے ہیں اسلئے جو حکم ذات کا ہے وہی صفات کا مگر ساتھ ہی اسکے میں اس بات کا بھی قائل ہوں (گو چھوٹا منہ بڑی بات ہے) کہ محدثین اور متکلمین میں جو اختلاف ہے وہ صرف لفظی اختلاف ہے کسی نے آج تک ان دونوں اسلام کے سچے خدمتگاروں کی مصالحت میں کوشش نہیں کی اسلئے ممکن ہے کہ میری بات ایک اچنبھہ اور متعجبانہ سُنی جائے پس بہتر ہے کہ میں اس قاعدہ پر حسب قاعدہ شرعی کامل نصاب سے زاید یعنی تین عادل گواہ پیش کروں جنکی شہادت سے یہ ثابت ہو کہ محدثین اور متکلمین کے اصل مدعا میں کوئی اختلاف نہیں۔ اِن تین گواہوں میں دو تو محدث ہیں اور ایک شیخ المشائخ اور امام طریقت ہیں جنکے اقوال شمس العلماء شیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی معیار الحق میں بڑی عزت اور فخر کے ساتھ نقل کئے ہیں۔

اِن بزرگوں سے پہلے بزرگ جنکو میں شہادت میں پیش کرنا چاہتا ہوں اُنکا اسم مبارک شیخ الاسلام امام **ابن تیمیہ** رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو چھٹی صدی ہجری میں منقولات بالخصوص فن حدیث میں ایک بڑے پائے کے مستند امام بلکہ مجتہد گذرے ہیں۔ اور معقولات میں آپکا پایہ یہ ہے کہ ارسطو کی منطق کی دھجیاں اُڑا دیں۔ بہرحال یہ گواہ عادل معتبر مستند ایک ہی اس پایہ کے ہیں کہ اِن کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے گواہ کی حاجت نہیں۔ آپ اپنی مشہور کتاب **شرح حدیث النزول** میں آیات متشابہات کی متعلق

نہیں بلکہ آجکل بھی ہیں جو کافروں اور ملحدوں سے میدان مباحثہ میں سینہ سپر ہوتے ہیں خواہ وہ کسی فرقہ کے ہوں اور اگر غور کریں تو یہی گروہ (یعنی مناظرین اور متکلمین) ہی دراصل نیابت نبوت ادا کرتے ہیں کیونکہ جب کبھی کوئی نبی یا رسول دنیا میں آیا تو پہلا سروکار اس کا کافروں ہی سے ہوتا رہا۔ حضرت نوح حضرت ابراہیم۔ حضرت موسیٰ۔ عیسیٰ۔ خود سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مباحثات قرآن شریف میں کئی جگہ مذکور ہیں۔ باوجود ایسے ضروری کام کرنے کے جو متکلمین کر رہے ہیں اس گروہ سے ناراض ہونا یا انکو گمراہ جاننا گویا ایک لائق سپاہی کو پست حوصلہ بنانا ہے۔ شکر اللہ سعیہم۔ منہ

AsliAhleSunnet.com

ایک عام قاعدہ مقرر کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔ کہ:-

قال ابن عباس رضی اللہ عنہ لیس فی الدنیا مما فی الجنۃ الا
الاسماء وھذا تفسیر قولہ واتوا بہ متشابھا
علی احد الاقوال فبین ھذہ الموجودات فی
الدنیا وتلک الموجودات فی الآخرۃ مشابھۃ
وموافقۃ واشتراک من بعض الوجوہ بہ
فھمنا المراد واحببناہ ورغبنا فیہ وبینھما
مباینۃ ومفاضلۃ لا یقدر قدرھا فی الدنیا
وھذا من التاویل الذی لا نعلمہ نحن بل یعلمہ
اللہ تعالی ولھذا کان قول من قال ان المتشابہ
لا یعلم تاویلہ الا اللہ حقا وقول من قال
ان الراسخین فی العلم یعلمون تاویلہ حقا وکلا
القولین ماثور عن السلف من الصحابۃ والتابعین
لھم باحسان فالذین قالوا انھم یعلمون
تاویلہ مرادھم بذلک انھم یعلمون تفسیرہ
ومعناہ والا فھل یحل لمسلم ان یقول ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما کان یعرف معنی
ما یقولہ ویبلغہ من الآیات والاحادیث
بل کان یتکلم بالفاظ لا یعرف معانیھا ومن
قال انھم لا یعرفون تاویلہ ارادوا بہ الکیفیۃ
الثابتۃ التی اختص اللہ بعلمھا ولھذا کان
السلف کربیعۃ ومالک بن انس وغیرھما
یقولون الاستواء معلوم والکیف مجھول

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ دنیا کی نعمتوں
اور جنت کی نعمتوں میں صرف نام کی مشابہت
ہے اور یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اس قول کے
وَاُتُوا بِہٖ مُتَشَابِھًا۔ پس ان دنیاوی نعمتوں اور
اخروی نعمتوں میں مشابہت اور اشتراک بعض
وجوہ سے ہے اسی وجہ سے تو ہم نے مراد کو سمجھا ہے
اور پسند کیا ہے اور انکی خواہش کرتے ہیں۔ ورنہ
درحقیقت ان میں بہت بڑا فرق ہے جسکا اندازہ دنیا میں
نہیں ہو سکتا یہی وہ تاویل ہے جسکو ہم نہیں جانتے بلکہ
اللہ ہی جانتا ہے (یعنی جنت کی نعمتوں کی حقیقت کا معلوم کرنا
خاصہ الٰہی ہے) اسی واسطے جو لوگ کہتے ہیں۔ کہ
متشابہات کے معنے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ انکا
قول حق ہے اور جو کہتے ہیں کہ علماء راسخین اُن کے
معنے جانتے ہیں انکا قول بھی حق ہے اور دونوں قول
سلف صالحین صحابہ۔ تابعین اور تبع
تابعین سے نقل ہیں (پھر اسکی تفصیل کرتے ہیں کہ)
جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم آیات متشابہات کے معنے سمجھتے
ہیں انکی مراد اس سے لغوی ترجمہ اور لفظی تفسیر ہے
ورنہ کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی مسلمان یہ کہے کہ حضرت پیغمبر
خدا صلے اللہ علیہ وسلم جن آیات و احادیث کی لوگوں کو
تبلیغ کرتے تھے انکا ترجمہ بھی نہ سمجھتے تھے؟ بلکہ ایسے مہمل
الفاظ بولتے تھے جنکے معنے وہ خود بھی نہ سمجھتے ہوں؟

AsliAhleSunnet.com

وهذا قول سائر السلف كابن
الماجشون والامام احمد بن
حنبل وغيرهم وفي غير ذلك
من الصفات فمعنى الاستوآء
معلوم وهو التاويل والتفسير
الذي يعلمه الراسخون و
الكيفية هي التاويل المجهول
لبني آدم وغيرهم الذي لا يعلمه
الا الله وكذلك ما وعد به
في الجنة تعلم العباد تفسيرها
ما اخبر الله به واما كيفيته
فقد قال الله تعالى فلا تعلم
نفس ما اخفي لهم من قرة اعين
جزاء بما كانوا يعملون وقال
النبي صلى الله عليه وسلم في الحديث
الصحيح يقول الله تعالى اعددت
لعبادي الصالحين ما لا عين
رأت ولا اذن سمعت ولا
خطر على قلب بشر فما
اخبرنا الله به من صفات
المخلوقين نعلم تفسيره ومعناه
ونفهم الكلام الذي خوطبنا به
ونعلم معنى العسل واللحم واللبن

(ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا) اور جو لوگ کہتے ہیں کہ علماء راسخین بھی ان آیات کی تفسیر نہیں جان سکتے انکی مراد اس سے وہ کیفیت مخصوصہ ہے جو خدا ہی جانتا ہے (نہ کہ لغوی اور لفظی ترجمہ جو ہر ایک سمجھ سکتا ہے) اسی واسطے **سلف صالحین** مثل ربیعہ اور امام مالک وغیرہ فرمایا کرتے تھے کہ خدا کا استوا تو معلوم ہے مگر کیفیت اسکی مجہول ہے۔ تمام **سلف صالحین** مثل ابن الماجشون اور امام احمد بن حنبل وغیرہ کا صفات باری میں یہی مذہب ہے کہ استوا وغیرہ کے لغوی معنی مانکر کیفیت کو خدا کے سپرد کرتے ہیں، پس استوا کے معنی معلوم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جو تاویل اور تفسیر اسکی علماء راسخین جانتے ہیں (یعنی لغوی اور لفظی ترجمہ وہ معلوم ہو سکتا ہے) اور کیفیت مجہول سے وہ تاویل مراد ہے جو تمام بنی آدم سے مجہول ہے جسکو اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا (نہ کہ لغوی ترجمہ) اسی طرح جن نعمائے جنت کے ہم کو وعدے دیئے گئے ہیں۔ بندوں کو انکی تفسیر یعنی لغوی ترجمہ جو خدا نے تبلایا ہے معلوم ہے (مثلاً وہ جانتے ہیں کہ انار کے یہ معنی ہیں۔ باغ اسکو کہتے ہیں دودھ شہد کے معنی یہ ہیں وغیرہ اسی لئے تو انکو اس کے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے) مگر کیفیت انکی خدا ہی جانتا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ بندوں کے لئے جو نعمتیں مخفی ہیں انکو کوئی نہیں جان سکتا اور آنحضرت نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے وہ وہ نعمتیں طیار کی ہیں جنکو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی بشر کے دل پر گذریں پس جو کچھ خدا نے ہمکو مخلوق کی صفات تبلائی ہیں انکو

AsliAhleSunnet.com

والحریر والذهب والفضة ونفرق بين مسميات هذه الاسماء واما حقائقها على ما هي عليه فلا يمكن ان نعلمها نحن ولا نعلم حتى تكون الساعة۔ (شرح حدیث النزول ص ۱۳)

تو ہم جانتے ہیں اور جس کلام سے ہمکو مخاطب کیا گیا ہے اسکو ہم بخوبی سمجھتے ہیں اور شہد۔ گوشت۔ دودھ ریشمی لباس سونا اور چاندی وغیرہ کے معنی جنکے ملنے کا ہم کو وعدہ دیا گیا ہے ہم جانتے ہیں اور ان کے مصداق میں تمیز کر سکتے ہیں (انار کو آم سے الگ اور خربوزہ کو تربوز سے جدا جانتے ہیں) لیکن انکی اصل حقیقت کا ہم کو علم حاصل ہونا ممکن نہیں اور جبتک قیامت نہ قائم ہو ہم اسکو جان نہیں سکتے "

اس کلام ہدایت نظام میں امام ممدوح نے دونوں گروہوں کا مطلب تبلایا ہے اور فیصلہ دیا ہے کہ دونوں میں اختلاف لفظی ہے۔ اور کوئی حقیقی نزاع نہیں جس مطلب کا اقرار ایک فریق کرتا ہے دوسرا اس سے انکاری نہیں اور جس کا وہ انکار کرتا ہے پہلا اس کا قائل نہیں۔ ع " شکر خدا کہ میان من و او صلح فتاد "

فریق مئول صرف لفظی ترجمہ اور بحسب محاورہ عرب مطلب تبلانے کا قائل ہے۔ فریق مفوض انکی کیفیت خدا کی سپرد کرتا ہے جس سے فریق مئول کو بھی انکار نہیں۔

دوسرے گواہ سے مراد میری امام ابن دقیق العید ہیں جو فن حدیث میں بہت سے محدثین کے استاد ہیں آپ فرماتے ہیں۔

وتوسط ابن دقيق العيد فقال ان كان التاويل قريبا من لسان العرب لم ينكر (اتقان۔ بحث متشابهات)

جو تاویل عرب کے محاورہ کے مطابق ہو اس کا انکار نہیں ہو سکتا "

تیسرے گواہ بھی ایک ہی پائے کے بزرگ ہیں جو نہ صرف ظاہری دینی علوم کے امام ہیں۔ بلکہ شیخ طریقت بھی ہیں یعنی حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی صاحب الفتوحات مکیہ جنکے علم اور زہد۔ تقویٰ اور پرہیز گاری کا ایک جہان قائل ہے جنکی بابت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کان رضی اللہ عنہ متقیدا بالکتاب والسنۃ ویقول کل من رمی میزان الشریعۃ من یدہ ہلک یعنی شیخ رضی اللہ عنہ قرآن و حدیث کے بڑے پابند تھے

AsliAhleSunnet.com

ور فرمایا کرتے تھے کہ جو کوئی شریعت کو ہاتھ سے چھوڑتا ہے تباہ ہو جاتا ہے۔ پھر امام موصوف نے شیخ کی قبولیت پر علما اور صلحار کے اقوال نقل کیے ہیں اور اُن پر سے الزامات فع کیے ہیں اور بتلایا ہے کہ جن امور کی وجہ سے بعض علما شیخ اکبر سے ناراض ہیں وہ شیخ پر محض افترا ہیں جس نے دیکھنا ہو وہ **یواقیت والجواہر** صفحہ ۶ پر دیکھ سکتا ہے پھر جلال شیخ موصوف فرماتے ہیں۔ کہ:۔

علم ان من الادب عدم تاویل آیات صفات ووجوب الایمان بھا مع عدم کیف کما جاءت فانا لا ندری اذا لنا علی ذلک التاویل مراد اللہ بما له فنعتمد علیہ امر لیس ھو مراد له رحة علینا فلھذا التزمنا التسلیم فی ما لم یکن عندنا فیہ علم من اللہ تعالیٰ اذا قیل لنا کیف یعجب ربنا او کیف رح مثلا قلنا انا مؤمنون بما جاء من اللہ علی مراد اللہ وانا مؤمنون بما جاء ن عند رسول اللہ علی مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونکل علم الکیف فی ت کلہ الی اللہ والی رسولہ۔ علی ان شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ قد حج علی یدة من یقول نؤمن بھذا اللفظ غیر ان نعقل له معنی (فی الباب امس والبعمائة)۔ فقال من آمن لفظ من غیر ان یعقل له معنی وقال

اللہ تعالیٰ کے ادب سے ہے کہ آیات صفات کی تاویل نہ کیجائے اور جیسی وہ آئی ہیں بلا کیف اُن پر ایمان لایا جاوے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ اُس تاویل پر ہم اللہ کی مراد پا کر اُس پر اعتماد کرینگے یا مراد نہ پاویں تو وہ ہم پر رد کر دیجائے اسی واسطے جن امور کا علم ہم کو نہیں ہو سکتا اُن کو ہم نے خدا کے فرمودہ پر تسلیم کر لیا ہے پھر اگر ہمیں کوئی کہے کہ خدائے تعالےٰ کیونکر تعجب کرتا یا خوش ہوتا ہے تو ہم اُسے کہیں گے کہ جو کچھ ہمکو خدا کے رسول کیطرف سے پہونچا ہے جو کچھ اُس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ہے ہم بھی اُسی پر ایمان لاتے ہیں اور اُسکا علم خدا اور رسول کی سپرد کرتے ہیں (یہ کلام شیخ کا نقل کر کے حضرت شعرانی صاحب مصنف یواقیت والجواہر فرماتے ہیں) شیخ ممدوح نے اس عقیدہ والے کو برا سمجھا ہے جو یہ کہے کہ ہم اس لفظ (آیات متشابہات) پر بغیر کوئی مطلب سمجھنے کے ایمان لاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو کوئی بغیر معنے سمجھنے کے ایمان لاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم اس کلام پر ایمان لاتے ہیں اپنے آپ

AsliAhleSunnet.com

نجعل نفوسنا فی الایمان به حکم
من لم یسمع به ونبقی علی ما اعطانا
دلیل العقل من احالة مفهوم هذا
الظاهر من القول فهؤلاء متحکمون
علی الشارع بحسن عبارة فی
جعلهم نفوسهم حکم من لم یسمع
الخطاب ومن هؤلاء طائفة تقول
ایضا نؤمن بهذا اللفظ علی علم الله
فیه وعلم رسوله فلسان هؤلاء یقول
ان الله تعالی قد خاطبنا بما لا نفهم
فجعلوا ذلک کالعبث والله تعالی
یقول وما ارسلنا من رسول الا
بلسان قومه لیبین لهم وقد
جاء بهذا فقد ابان صلی الله علیه وسلم
لنا کما امر الله تعالی۔

قال فی الباب السابع والسبعین
وایاک علیک یا اخی بالتسلیم لکل
ما جاءک من آیات الصفات
واخبارها فان اکثر المؤولین
هالکون واخف الطرائق حالا من
قال لا نشک فی صدق رسولنا
ولکنه اتانا فی نعت الله الذی
ارسله الینا بامور از وقفنا

کو ایسا بناتے ہیں کہ گویا انہوں نے سنا ہی نہیں اور وہ اس خیال پر بھی جمے ہوئے ہیں کہ جو دلیل عقلی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کلام (آیات متشابہات) کا ظاہری مفہوم خدا کی شان میں محال ہے (شیخ موصوف فرماتے ہیں) ایسے لوگ ایک لطیف عبارت سے خدا پر تحکم (زور) دکھاتے ہیں کیونکہ اپنے آپ کو ایسا سمجھتے ہیں کہ گویا ہم نے خطاب الٰہی سمجھا ہی نہیں۔ اسی گروہ میں سے ایک گروہ وہ ہے جو اس لفظ پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ کہکر کہ اسکا علم خدا اور رسول کو ہے یہ لوگ گویا اپنی زبان سے صاف اس بات کے قایل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایسے کلام سے مخاطب کیا ہے جسکو ہم نہیں سمجھ سکتے گویا انہوں نے کلام الٰہی کو عبث اور بے فائدہ بنایا ہے حالانکہ خدا فرماتا ہے جو رسول ہم نے بھیجا ہے وہ اس قوم کی زبان کے محاورات پر بولنے والا بھیجا ہے تاکہ انکو کلام الٰہی کا مطلب واضح کرکے بتلا دے چنانچہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طریق سے آئے اور آپنے خدا کی حکم کے مطابق بیان کیا۔

پھر فرمایا اے بھائی آیات صفات خداوندی کو تسلیم کر اکثر مؤولین انمیں تاویل کرکے ہلاک ہوگئے ہیں سب سے آسان طریق ان لوگوں کا ہے جو کہتے ہیں کہ ہم کو رسول علیہ السلام کے سچا ہونے میں شک نہیں لیکن چونکہ رسول علیہ السلام ہمارے پاس اللہ کے بیان کی مطابق کئی ایک امور لائے ہیں اگر انکی معنے کو خدا کی ذات

AsliAhleSunnet.com

عند ظاهرها حملناها على ربنا كما
نحملها على نفوسنا ادى ذلك الى
حدوثه وزوال كونه الٰها علينا و
قد ثبت كونه تعالى الٰها عندنا
فنظر هل كذلك مصرف فى اللسان
ان الرسول انما يرسل بلسان قومه
ما تواطئوا عليه فنظروا فاداهم
ذلك الى تنزيه الحق تعالى عما وصف
به نفسه (يواقيت والجواهر جلد اول صفحہ ۹۵)

کی نسبت ہم ایسا قیاس کریں جیسا کہ ہم اپنی ذات پر کرتے ہیں تو اُس کا حادث ہونا اور الوہیت کا ابطال لازم آوے حالانکہ وہ معبود برحق ہے تو ایسی صورت میں ہم دیکھیں گے کہ موافق محاورہ زبان (عرب کے) اُس کے لئے کچھ صحیح مطلب ہوسکتا ہے کیونکہ رسول ہمیشہ اپنی قوم کی زبان کے محاورات پر آیا کرتے ہیں پس انہوں نے غور کیا تو (عرب کے محاورے کے مطابق اُس کلام نے خدا کی پاکی تبلائی ہے"۔

تقریر بالا اپنا مدعا تبلانے میں صاف ہے کہ حضرت موصوف باوجودیکہ صفات باری کو مفوض ہیں اور اکثر مؤولین کو سخت گمراہی بلکہ ہلاکت میں تبلاتے ہیں مگر پھر بھی خود تاویل کرتے ہیں لیکن وہ تاویل جسکی لغت سے شہادت ملے اسکو تو قبول کرتے ہیں اور جسکی لغت یا محاورہ عرب اجازت نہ دے اور تائید نہ کرے اسکو قبول نہیں کرتے بلکہ موجب ہلاکت جانتے ہیں۔ دونوں مطلبوں کی دلیل ایک ہی آیت ہے جسکا مطلب وہی ہے جو ہم فصل اول میں تبلا آئے ہیں کہ تفسیر وہی صحیح ہے جسکی شہادت محاورات عرب دیں اس شہادت بالاغت نے فیصلہ کردیا کہ نہ ہر ایک تاویل رد ہے اور نہ ہر ایک مقبول۔ بلکہ یہ بھی تبلا دیا کہ جس تاویل کی لغت اور محاورہ عرب شہادت دے۔ وہ تفویض کے خلاف نہیں۔ محاورہ عرب کے مطابق کلام کا ترجمہ کریں گے اور کیفیت اس کی خدا کے سپرد۔ یہی خاکسار کا مذہب ہے فنعم الوفاق وحبذا الاتفاق۔

اب ہم ایک آیت میں ان قواعد کو جاری کرتے ہیں۔ مثلاً خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ
(پارہ ۸ ع ۲)

"تمہارا پروردگار وہ خدا ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر مستوی ہوا"۔

اس آیت میں استوا کا لفظ صفات الٰہیہ سے ہے جسکی تحقیق ہمیں یہاں مد نظر ہے۔ حسب قاعدہ مذکورہ ہم لغت کی کتابوں کو دیکھتے ہیں تو انمیں ملتا ہے کہ استوٰی کے معنے غلبہ یا حکمرانی کے ہیں۔ چنانچہ صحاح جوہری کی عبارت منقول ہیں

استوى الى السماء اى قصد واستوى اى استولى وظهر قال ۔ قد استوى بشر على العراق من غير سيف ودم مهراق (جوہری)

کہا ہے کہ استوٰی کے معنے قابو پانے اور غلبہ کے ہیں پھر عرب کا ایک شعر بھی نقل کیا ہے جسکے معنے ہیں کہ بشر عراق پر مستوی ہوا یعنی بغیر کسی لڑائی بھڑائی کے غالب آیا"

شرح مواقف میں اس دعوٰی پر کہ آیت میں استوی سے مراد غلبہ قدرت ہے یہ شعر عربی کا نقل کیا ہے ؎

فلما علونا واستوينا عليهم ✤ جعلناهم مرعى لنسر وطائر

ایسا ہی قاموس۔ صراح۔ جاسوس علی القاموس۔ تاج العروس لسان العرب وغیرہ۔ لغت کی کتابوں میں استوٰی کے معنے غلبہ اور حکمرانی کے ملتے ہیں مگر چونکہ ان سب میں جوہری کا رتبہ مقدم ہے نیز انہوں نے بھی جوہری کا حوالہ دیا ہے اسلیئے جوہری کی عبارت ہی پر قناعت ہے۔

اسی لیئے امام رازی نے قفال کا قول نقل کر کے تصحیح اور تحسین کی ہے۔ امام

قال القفال العرش فى كلامهم هو السرير الذى يجلس عليه الملوك ثم جعل العرش كناية عن نفس الملك يقال ثل عرشه اى انتقض ملكه وفسد واذا استقام له ملكه واطرد امره وحكمه قالوا استوى على عرشه واستقر على سرير ملكه ۔ واقول ان الذى قاله القفال حق

موصوف لکھتے ہیں کہ قفال نے کہا کہ عرش عرب کے محاورہ میں اس تخت کو کہتے ہیں جس پر بادشاہ بیٹھا کرتے ہیں پھر عرش سے مراد خود ملک ہو گیا۔ کہا کرتے ہیں کہ ثل عرشہ یعنے اسکا ملک ٹوٹ گیا اور انتظام بگڑ گیا اور جب اس کا ملک مضبوط ہو اور حکم جاری ہو تو کہتے ہیں استوٰی علیٰ عرشہ واستقر علیٰ سریر ملکہ (یعنی بادشاہ کے کامل انتظام کو استوا کہتے ہیں) یہ قول نقل کر کے امام رازی فرماتے

AsliAhleSunnet.com

صدق وثواب ونظیرہ قولہم للرجل الطویل فلان طویل النجاد وللرجل الذی یکثر الضیافۃ کثیر الرماد الخ
(تفسیر کبیر ج ۴ صفحہ ۲۲۲)

ہیں۔ قفال نے جو کہا ہے حق۔ صدق اور بالکل درست ہے۔ اسکی نظیر یہ ہے جیسے لمبے قد والے آدمی کو طویل النجاد (لمبے پرتلہ والا) کہا کرتے ہیں اور جس کی مہمانی زیادہ آتے ہوں اسکو کثیر الرماد (بہت سی راکھ والا) کہتے ہیں"

اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ای استوٰی امرہ او استولٰی (بیضاوی سورۂ اعراف)

ایسا ہی تفسیر بیضاوی میں ہے کہ استوی کے معنی ہیں کہ اللہ کا حکم یا وہ غالب ہوا"

اِسْتَوٰى استولٰی علی العرش (مدارک۔ اعراف)

تفسیر مدارک میں بھی یہی لکھا ہے۔

الاصل الثانی العلم بانہ تعالٰی مستوٍ علی عرشہ۔ بالمعنی الذی اراد اللہ تعالٰی بالاستواء وھو الذی لا ینافی وصف الکبریاء ولا یتطرق الیہ سمات الحدوث والفناء وھو الذی ارید بالاستواء الی السماء ولیس ذلک الا بطریق القھر والاستیلاء کما قال الشاعر ؎ قد استوی بشر علی العراق من غیر سیف ودم مہراق ؎
(احیاء العلوم۔ قواعد العقائد فصل ۳)

امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ خدا کے اِسْتِوَاءٌ عَلَى الْعَرْشِ کا عقیدہ رکھنا چاہئے انہی معنے سے جو اس نے ارادہ کئے ہیں۔ یہ کہکر پھر خود ہی لکھتے ہیں کہ وہ معنی جو خدا کی مراد ہے یہی ہے کہ استوی کے معنی قہر اور غلبہ کے ہیں۔ پھر ان معنے کی شہادت پر وہی شعر نقل کیا ہے جو ہم نے صفحہ پر صحاح جوہری سے نقل کیا ہے"

بعض لوگ جلدی میں ایسے اقوال کو قدیمی معتزلہ یا آجکل کے نیچریہ اور مرزائیہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور عوام میں ان معنی کی بے اعتباری کرنے کو صرف اتنا ہی کہدیتے ہیں کہ یہی معنی سید احمد خان اور مرزا قادیان بھی کرتے ہیں گو خود انکے نزدیک کسی بھلے یا برے آدمی کیطرف کسی کلام کا نسبت ہونا ہی حسن یا قبح پیدا نہیں کر سکتا بلکہ حسن قبح دلیل اور عدم دلیل پر متفرع ہے ہم ایسے جلد بازوں کو دیکھنا چاہئے کہ جن بزرگوں کے اقوال ہم نے نقل کئے ہیں یہ تو مرزائی یا نیچری نہ تھے بلکہ پکے اہل سنت والجماعت تھے

AsliAhleSunnet.com

اور اگر وہ صاحبان بزرگوں سے ناآشنا ہوں یا دانستہ تجاہل کریں تو وہ ذرہ امام سیوطی کی **اتقان** ملاحظہ کریں جس میں امام موصوف لکھتے ہیں کہ اہل سنت کے طریق پر

ذکر ما وقفت علیہ من تاویل الآیۃ المذکورۃ علی طریقۃ اھل السنۃ من ذلک صفۃ الاستواء وحاصل ما رویت فیہا سبعۃ اجوبۃ ثانیہا ان استوی بمعنی استولی ورد بوجہین احدہما ان اللہ تعالی مستول علی الکونین والجنۃ والنار واھلہما فای فایدۃ فی تخصیص العرش والاخوان الاستیلاء انما یکون بعد قہر وغلبۃ واللہ سبحانہ منزہ عن ذلک (اتقان - محکم متشابہ)

جہانتک مجھ کو معلوم ہوا استوا کی آیت کے سات معنی منقول ہوئے ہیں پھر اُن ساتوں کو نقل کیا ہے جنمیں دوسرے معنے استوی کے استیلاء یعنی غلبہ اور حکمرانی کے ہیں۔"

گو اِن معنے پر امام موصوف نے اعتراض کیا ہے کہ استیلا خدا کی شان میں صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ تو دونوں جہانوں اور جنت جہنم اور اُن کے رہنے والوں غرض تمام مخلوق پر غالب ہے پھر عرش کی تخصیص سے کیا فایدہ۔ دوسرا سوال امام موصوف نے یہ نقل کیا ہے کہ استیلاء اُس موقع پر ہوتا ہے جہاں کوئی مدمقابل بھی ہو اور اللہ تعالیٰ تو اس سے پاک ہے۔"

اضاف الاستیلاء الی العرش وان کان سبحانہ وتعالی مستولیا علی جمیع المخلوقات لان العرش اعظمہا واعلاہا (مدارک اعراف)۔

پہلے سوال کا جواب صاحب تفسیر مدارک نے یہ دیا ہے کہ استیلا کو عرش کیطرف اسلئے نسبت کیا ہے کہ عرش سب مخلوق سے بڑا ہے جب بڑی سے بڑی مخلوق پر بھی خدا قابض و متصرف ہے تو اور وں پر بطریق اولیٰ ہوگا۔

دوسرے سوال کا جواب بھی ان مصنفوں نے یہ دیا ہے کہ یہ کہیں لغت کی کتاب میں نہیں ملتا کہ استیلا کے لئے مدمقابل ہونا ضروری ہے بلکہ استیلاء و قہر کے ایک ہی معنی ہیں حالانکہ قاھر اور قہار کا لفظ خدا کے لئے قرآن شریف میں موجود ہے۔ چنانچہ صراح میں استیلاء کے معنی لکھے ہیں تمام دست یافتن بر چیزے۔ جس کا یہی مطلب ہے جو ہم نے تفاسیر سے نقل کیا ہے اسی صاحب صراح نے استوی کے معنی اسی استیلاء سے

AsliAhleSunnet.com

کئے ہیں چنانچہ لکھا ہے استوٰی علیہ ای استولٰی علیہ وظہر یعنے استواء کے معنے استیلاء یعنی غلبہ اور قدرت کے ہیں پس معلوم ہوا کہ استیلاء میں یہ دخل نہیں کہ اسکا مضاد اور مقابل بھی ہو۔

اس تفصیل سے ہماری غرض یہ ہے کہ **مفوضین** اور **مؤولین** کے درمیان اس مسئلہ میں حقیقی اختلاف نہیں جیسا کہ بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ ان آیات کا حسب محاورہ عرب ترجمہ کرنا بھی مفوضین کے مشرب کے خلاف ہے حالانکہ محققین کے نزدیک جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہما اور ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات منقولہ بالا سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ اختلاف صرف لفظی ہے چنانچہ صاحب مدارک سے باوجودیکہ خود حنفی

والمنقول عن الصادق والحسن وابی حنیفۃ ومالک رضی اللہ عنہم ان الاستواء معلوم والتکییف فیہ مجہول والایمان بہ واجب والجحود لہ کفر والسوال عنہ بدعۃ (مدارک التنزیل)

ہیں اور امام جعفر صادق اور خواجہ حسن بصری اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہم کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں کہ استواء معلوم ہے اور کیفیت اسکی مجہول ہے۔ اور سوال بدعت ہے"

مگر باایں ہمہ خود استوٰی کے معنے استولٰی کے کئے ہیں چنانچہ انکا قول ابھی ہم نقل کر آئے ہیں اسلئے کہ الاستواء معلوم ایک قضیہ حملیہ ہے جس میں الاستواء موضوع ہے اور معلوم اس کا محمول ہے۔ اگر اس کا با محاورہ ترجمہ بھی جائز نہیں تو پھر معلوم کا مرتبہ کیا ہے۔ ہاں اسکی کیفیت کہ خدائے تعالیٰ کس طرح حکمرانی کرتا ہے اس کا غلبہ اور تنفیذ احکام کیونکر ہے۔ یہ **کیفیت** ہے جسکو کوئی انسان معلوم نہیں کر سکتا۔

پس خاکسار کا بھی یہی مذہب ہے کہ **استواء معلوم ہے اور کیفیت اسکی مجہول ہے** اور ایمان واجب ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے کلام منقولہ سابق سے ثابت ہوتا ہے کہ لفظی ترجمہ تو معلوم ہے مگر کیفیت مجہول ہے۔

اتنی تقریر سنکر بھی اگر کسی صاحب کو اس تاویل پر جو امام **رازی۔ بیضاوی** اور **غزالی** وغیرہ رحمہم اللہ سے ہم نے نقل کی ہے خفگی ہو اور ان مرحومین پر طعن ہی کریں

AsliAhleSunnet.com
15220 HL 6434

تو وہ اس زمانہ کے ایک باخبر اہلحدیث بلکہ ایڈووکیٹ (وکیل) اہلحدیث کی سفارش ہی منظور کریں جن سے ہماری مراد مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈیٹر اشاعت السنۃ ہیں۔ آپ باوجودیکہ مفوض ہیں ایسے ویسے مفوض ہی نہیں۔ بلکہ یہانتک کہ قرب و معیت کی صفات الٰہی میں بھی تاویل کو پسند نہیں کرتے تاہم لکھتے ہیں کہ:

"بڑے بڑے امام مفسر و محدث مذہب تاویل کو پسند کرتے ہیں اور جابجا آیات و احادیث صفات میں تاویلیں کرتے ہیں اگر کتب متداولہ۔ کتب تفسیر و حدیث و شروح حدیث کو ملاحظہ کیا جاتا ہے تو اُن میں امام نووی جیسے محدثوں اور امام رازی و بیضاوی جیسے مفسروں کو اسی تاویل پر دیکھا جاتا ہے و مع ہذا انکو کوئی مسلمان کافر یا مبتدع نہیں کہتا" (اشاعۃ السنۃ جلد ۸ صفحہ ۵۶)

یہ بھی فرماتے ہیں کہ:۔

"یہی وجہ ہے کہ پچھلے زمانہ کی باخبر اہل سنت جو اقوال سلف و خلف پر منظر رکھتے ہیں (باوجودیکہ وہ خود صفات باری میں تفویض کا اعتقاد رکھتے ہیں) اپنے مخالفین اشاعرہ و ماتریدیہ وغیرہ متکلمین کو جو استوا وغیرہ صفات کی تاویلیں کرتے ہیں کافر نہیں کہتے"

پھر اسپر نواب صدیق حسن خاں مرحوم کا قول رسالہ احتوا سے نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

"متکلمین اشعریہ اور ماتریدیہ اور حنبلیہ میں چند مسائل میں اختلاف ہے اور یہ سب اختلافات نزدیک محققین کے اختلاف لفظی و نزاع حرفی ہیں۔ اسی لئے ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل نہیں کرتے"

اس قول کو نقل کر کے مولوی صاحب بطور نتیجہ کے بتلاتے ہیں کہ:

AsliAhleSunnet.com

اس کلام ہدایت نظام میں نواب صاحب بھوپال نے داد حق دینے میں کمال کیا اور اس وقت کے کم علموں کو جو اپنے فہم و خیال سے کسی کو مؤول کسی منکر صفات بنا کر دائرہ اسلام یا اہل سنت سے خارج کرتے ہیں اور سنی و ناجی اُسی شخص کو سمجھتے ہیں جو اُنکا ہمخیال و ہم مقال ہو۔ خوب متنبہ کیا ہے کہ اونکا یہ خیال و مقال انکی بےعلمی کا نتیجہ ہے۔ اس قسم کی تاویل یا انکار ضروریات دین یا لوازم اہل سنت سے انکار نہیں کہلاتا بلکہ یہ تاویل یا انکار اُس تاویل یا انکار کی مانند ہے جو فروعی مسائل میں ہر کوئی اپنے مخالف کو زعم میں کرتا ہے ومع ذالک وہ دائرہ اسلام یا اہل سنت سے خارج نہیں ہوتا۔"

(اشاعة السنة [illegible] جلد [illegible] صفحہ ۵۴)

خاکسار راقم کہتا ہے گو مولانا صاحب نے اپنا فرض منصبی [illegible] ایڈووکیٹ اہل حدیث ہونے کے آپ پر تھا ادا کیا۔ تاہم میں انکا شکرگذار ہوں کہ یہ مجمل بیکار نہیں۔ بلکہ علم وارد ان کو جو اپنے علم کے زعم میں اپنے مخالف کو خواہ مستند فاضل ہی کیوں جاہل بلکہ اجہل قرار دیا کرتے ہیں، خوب ہی سبق پڑھایا ہے جزاہ اللہ بارکہ اللہ وابقاہ اللہ۔

الحمد للہ کہ آج ہماری تقریر سے مدت کے بچھڑے ہوئے دو دوستوں (مؤولین اور مفوضین) کا ملاپ ہو گیا۔ اسی ملاپ کرا دینے کا ہم نے رسالہ ترک اسلام میں وعدہ کیا تھا فالحمد للہ ○

من برائے وصل کردن آمدم	نے برائے فصل کردن آمدم
جو کہ احباب سے احباب کو جدا کردے	جیسے اُس کی تئیں ابلیس کا مانا جانا

اور اگر اس پر بھی کوئی صاحب اس اختلاف کو حقیقی اختلاف ہی کہیں اور اپنی خیالی تفویض کرنا ضروری سمجھیں اور حسب محاورہ عرب آیات مرقومہ کے معنے کرنے کو برا جانیں تو وہ براہ مہربانی اس بات کی کوئی دلیل بتلا دیں یعنی کوئی آیت یا حدیث پیش کریں کہ ان آیات کے کوئی معنے نہیں بلکہ ان پر صرف ایمان لانا چاہئے اور مطلب انکا سمجھنا حرام ہے لیکن ہم اتنی

AsliAhleSunnet.com

گذارش کرتے ہیں کہ جبتک انکو کوئی آیت یا حدیث اس دعوی پر نہ ملے اس رسالہ کی پہلی فصل ملاحظہ فرمادیں جس کا خلاصہ یہ ہے اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔

اور اگر وہ باوجود بے دلیل ہونے کے صرف مفوضین کا مذہب ہی اس مذہب کی دلیل بنا دیں تو مہربانی کرکے ذرہ دور مصرح کے معنی پر غور کریں اور اگر اس لفظ کو معقولی اصطلاح سمجھکر بھی توجہ نہ کریں تو پھر یہ گذارش ہو کہ اہل حدیث ہی کا یہ مذہب ہو کہ بے دلیل کسی کی بات سند نہیں پس ہم نے جب انہی بزرگوں سے یہ سیکھا ہو کہ بغیر قرآن و حدیث کے کوئی رائے قابل قبول نہیں تو پھر ہم انہی سے ایسا معاملہ کیوں کریں جو انکی تعلیم ہی کے خلاف ہو کہ بے دلیل انکی رائے کی پابندی کرنے لگجائیں۔ پس وہ آیت یا حدیث پیش ہونی چاہئے جس کا یہ مضمون ہو کہ ان آیات کا حسب محاورہ عرب ترجمہ مت کرو۔

اصل یہ ہو کہ کوئی فرقہ یا کوئی شخص سوائے پیغمبر علیہ السلام کے یہ رتبہ نہیں رکھتا کہ محض اس کا خیال یا مذہب کسی بات میں سند ہوسکے۔ بھلا اگر اہل سنت یا اہل حدیث کی کوئی بات بلا دلیل مذہب بھی حجت یا دلیل ہو تو اسی دلیل سے ہم شیعوں کو بھی مغلوب کرسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ یا شیعہ اپنے سلف کے خیالات پیش کرکے اہل سنت پر غلبہ پاسکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں) تو پھر جس دلیل سے اہل سنت یا اہل حدیث نے کسی عقیدہ یا مذہب کو اختیار کیا ہو۔ وہ دلیل بیان ہونی چاہیئے نہ کہ صرف انکا مذہب۔ تمام محدثین اور مجتہدین کی یہی روش تھی کہ کسی شخص کی محض رائے دین میں حجت نہیں جانتے تھے **اہل حدیث** کی تو قدیم سے حد فاصل یہی ہے۔

اصلِ دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن۔
پس حدیثِ مصطفے برجان مسلم داشتن۔

تمت

اخبار اہلحدیث

امرتسر

اِس اخبار کی اغراض یہہ ہیں:-

(۱) دین اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کی اشاعت اور حمایت کرنا۔

(۲) مخالفین اسلام اور سنت نبی علیہ السلام کو جوابات دینا۔

(۳) مسلمانوں کی دینی اور دنیوی خدمات کرنا۔

(۴) چیدہ چیدہ اور صحیح خبریں درج کرنا۔

ہفتہ وار ہر جمعہ کو شایع ہوتا ہے۔ عام قیمت سالانہ مع محصول

المشتہر

مہتمم مطبع اہلحدیث امرتسر (پنجاب)۔

AsliAhleSunnet.com

فہرست کتب مصنفہ (مولوی فاضل) ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری

تفسیر ثنائی اردو
جلد اول سورہ فاتحہ و بقرہ ۱۲ آنہ
جلد دوم آل عمران و نساء ۱۲ آنہ
جلد سوم۔ مائدہ۔ انعام و اعراف ۱۲ آنہ
جلد چہارم انفال سے نحل تک ۱۲ آنہ
چاروں جلدیں ایکساتھ خریدار سے
معہ محصولڈاک مبلغ صہ روپے

اسلام و برٹش لاء
سیاست محمدیہ اور قوانین انگریزیہ کا
مقابلہ اسلامی قانون کی فضیلت ۳ر

اہلحدیث کا مذہب
فرقہ موحدین کے متعلق کہ وہ کن کن
مسائل کو مانتے ہیں اور کن سے انکاری
ہیں بغیر دل آزاری کسی فریق کے ۴ر

اسلامی تاریخ آنحضرت کی بزرگی
کے حالات طیبہ بطرز حکایات ننھے
ننھے بچوں کیلئے نہایت مفید ار

حدیث نبوی اور تقلید شخصی
حدیث نبویہ اور تقلید شخصی پر بحث
اور منکرین حدیث کو جواب ۲ر

الہامات مرزا۔ مرزا قادیانی
کے الہاموں کی تردید ... ۵ر

تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن
عربی میں بالکل نرالے طرز کی تفسیر
جسمیں آیت کو معنے پر ضرورتی کسی
آیت سے استدلال ہے تمام قرآن مجید کی تفسیر

ترک اسلام بابو عبد الغفور آریہ
(دھرمپال) کے رسالہ ترک اسلام کا جواب
اور قرآن اور نبوت محمدیہ کا ثبوت ۱۲

حق پرکاش سوامی دیانند کی ستیارتھ
پرکاش متعلقہ قرآن کا مفصل مقابلہ جواب ۱۲

عزت کی زندگی - - ار

شریعت و طریقت ۔ ار

حدوث دنیا۔ دنیا کی پیدائش کے
متعلق آریوں سے مباحثہ ۲ر

حدوث وید۔ وید کی قدامت
کا ابطال خود وید کی شہادت سے ار

اسلام علیکم سلام کے مسائل اور ان کی
اسلام کا غیر مذاہب کے سلام سے مقابلہ ار

ہفوات مرزا۔ مرزا قادیانی کے
متناقض مضامین ... ۔ر

خصائل النبی شمائل ترمذی کا
بامحاورہ اردو ترجمہ جس سے آنحضرت کے
روزانہ عادات مبارکہ معلوم ہوں ار

تقابل ثلاثہ۔ توریت انجیل اور
قرآن کا مقابلہ قرآن شریف
کی فضیلت ... عمر

ادب العرب صرف و نحو کا
گویا اردو معلم ہے جس سے بلا مدد استاد
عربی گرامر سے واقفی ہو۔ ھر

الہامی کتاب قرآن اور وید کے
الہامی ہونے پر مفصل بحث۔ قرآن مجید
کی فضیلت - - - ۱۰ر

بحث تناسخ۔ تناسخ اور نیوگ
کے ابطال کیلئے یہ رسالہ کافی ہے ۳ر

نماز اربعہ۔ اسلامی نماز کا ہندو
آریہ اور عیسائیوں کی عبادتوں سے مقابلہ
اسلامی نماز کی فضیلت - ۲ر

رسوم اسلامیہ رسوم قبیحہ متعلقہ
بیاہ شادی وغیرہ کی تردید اور
اتباع سنت کی تاکید ...

ہدایۃ الزوجین نکاح و
مسائل خاوند بیوی کے حقوق
بیان خانہ داری کی رہنمائی

تہذیب کے احکام

محصولڈاک بذمہ خریدار

کل کتابیں مندرجہ بالا مصنف موصوف سے بہ پتہ شہر امرتسر پنجاب مل سکتی ہیں

AsliAhleSunnet.com